آداب وفضائل درود وسلام

ملحقہ

روح کائنات

(سیرت النبی ﷺ کے چند عنوانات)



مؤلفہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

رالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

آداب وفضائل درود وسلام

ملحقہ

روح کائنات

(سیرت النبی ﷺ کے چند عنوانات)

مؤلفہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

نام کتاب	:	آداب وفضائل درودوسلام ملحقہ روح کائنات
مؤلّف	:	حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
طباعت	:	دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ
اشاعت	:	۲۰۰۵ء
صفحات	:	۱۲۰
قیمت	:	-/90روپے

ناشر

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

Telephone : (0612) 2555572, 2555305

حضرت مؤلف — ایک نظر میں

مولانا عبداللہ بن ابوالفضل مفتی محمد عباس بن مولانا محمد انس بن مولانا شاہ نور احمد بن مولانا شاہ محمد امام بن مخدوم شاہ نعمت اللہ بن تاج العارفین پیر مجیب اللہ قادری جعفری زینبی پھلواروی قدس سرہٗ۔

تاریخ پیدائش	:	۱۳۴۳ھ
جائے پیدائش	:	پھلواری شریف، پٹنہ (بہار)
فاضل	:	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
پوسٹ گریجویٹ	:	''السنۂ سامیات'' (ممتاز)
ایم-اے، پی-ایچ-ڈی	:	(فلسفۂ لسانیات) یونیورسٹی آف لیڈس — انگلینڈ
موجودہ سکونت وشہریت	:	مکہ مکرمہ

سابقہ مشغولیات :

- استاذِ ادب، ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
- وکیل ادارہ نشریاتِ شرقیہ (سعودی عرب)
- مدیر منظمات اسلامیہ واقلیات، رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ)
- ایڈیٹر ماہنامہ رابطہ (انگریزی)
- استاذ جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ (ادبِ عربی ومعہد عربی برائے غیر عرب)

موجودہ مشغولیات :

- معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء لکھنؤ
- مشیر اعزازی رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ)
- ممبر آف لنگوئسٹک سوسائٹی کیمبرج (انگلینڈ)

اهداء

اپنے آبائی آستانہ مجیبیہ کے

صاحب سجادہ حضرت مولانا شاہ آیت اللہ قادری

کے نام

جو عمر و رشتہ میں میرے چھوٹوں کے چھوٹے اور منصب و درجات میں بڑوں کے بڑے ہیں۔ درود شریف اس آستانہ کا طرۂ امتیاز، سوز دل کا ترجمان، آہ سحر گاہی کا ارمغان ہے۔ اسی نام پاک سے ہمارے تمام بزرگوں کے نام روشن رہے ہیں اور انشاء اللہ اسی نام پاک کے صدقہ میں اس آستانہ کی نورانیت قائم رہے گی، اور اسی سے میکدۂ عشق و مستی کے پیر مغاں کا نام و کام روشن ہے روشن تر بادا!۔

بندۂ عاجز و ناتواں

(عبداللہ عباس پھلواروی ندوی)

روح کائنات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ
کے چند گوشے اور اخلاق و عادات
کی چند جھلکیاں نئے انداز
میں پیش کی گئی ہیں۔

فہرست عناوین

آداب وفضائل درودوسلام

حرفِ چند

حامداً لِلّٰہِ تعالیٰ و مصلیاً و مسلّماً علیٰ رسولہ الکریم

میان حق و خلق ذات محمد ❁ چو در لفظ اللہ حرف مشدّد

درود وسلام ـــ ذکر الٰہی کی ایسی پُرکیف صورت ہے جس میں درود پڑھنے والا اسم جلالت (اللہ) اور اسم پاک صاحب لولاک (محمد ﷺ) کی بار بار تکرار کرتا ہے اور بیک وقت اللہ ورسول کے ذکر میں رطب اللسان ہوتا ہے۔ ذکر الٰہی کی لذت اور ذکر حبیب ﷺ کا کیف وسرور کوئی مومن کامل اور محبّ صادق ہی محسوس کرسکتا ہے، بقول محبّ عارف ؎

جان آگئی تن میں جو لیا نام محمد ❁ داروئے شفا دل کی دوا نام محمد

درود پڑھنے والا ایک طرف اَللّٰھُمَّ کہہ کر ذات احدیت جل شانہ سے اپنا ربط قائم کرتا ہے تو دوسری طرف صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہنے سے اس کی ذہنی وقلبی توجہ رسول اکرم ﷺ سے مربوط ہوجاتی ہے۔ لفظ اللہ ومحمد کی مسلسل تکرار اور نزول صلوٰۃ وسلام کی ہر آن کی درخواست ـــ قاری کو ذہنی، روحانی، قلبی ولسانی اعتبار سے اللہ ورسول سے قریب تر رکھتی ہے اور آخرت

میں کثرت درود کے عوض، قرب و حضور مجلس نبوی ﷺ کی بشارت تو اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے — اَولٰی بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُ عَلَیَّ صَلوٰۃً (مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والا قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب ہوگا)۔

درود وسلام پڑھنے والے کے ارد گرد ملائکہ ہوتے ہیں جو صحیح حدیثوں کے مطابق درود وسلام لے جانے پر متعین ہیں اور اس کام میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں — یہ درود وسلام جس وقت نبی رحمت ﷺ کے حضور میں پیش کئے جاتے ہیں تو آپ کی طرف سے جواب سلام عطا ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹاتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ علامہ سیوطی وغیرہ نے اس پر طویل گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ روح مطہر کے بار بار لوٹانے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی، کیونکہ وفات نبوی کے بعد سے اب تک آپ پر درود وسلام پیش کرنے کا سلسلہ کبھی منقطع ہی نہیں ہوا۔

ایک امتی کے لئے اس سے زیادہ شرف وعزت کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ ختمی مرتبت ﷺ کی طرف سے جواب سلام عطا ہو۔

بس بود جاہ و احترام مرا ❁ یک علیک از تو صد سلام مرا

درود وسلام کی فضیلت میں یہ رسالہ ایک ایسی شخصیت کے قلم سے ہے جس کے دل میں حُبِّ نبوی ﷺ کا جذبہ تیر نیم کش کی طرح ہے، جس کی خلش تو پہلے بھی تھی مگر اب اس پیری میں بڑھ رہی ہے — اقبال نے کہا تھا ؎

با ایں پیری رہ یثرب گرفتم ❁ نوا خواں از سرور عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا سر شام ❁ کشاید پر بہ فکر آشیانہ

یعنی میں اس بڑھاپے میں عاشقانہ کیف وسرور کے ساتھ اشعار پڑھتے ہوئے یثرب کا راستہ لوں گا، جس طرح صحرا میں سر شام ایک پرند اپنے آشیانے کی فکر میں پر پھیلاتا ہے — لیکن ''رہ یثرب گرفتم'' مؤلف کا مسئلہ نہیں ہے انہوں نے تو بہت پہلے اس دیار میں اپنا آشیانہ بنالیا تھا جہاں کی فضائیں اور جہاں کی ہوائیں انفاس محبوب سے معمور ہیں — ان کے قلب وروح کا آشیانہ صاحب یثرب ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم — طائر قلب و روح کی بڑھتی ہوئی تڑپ، اب محبوب دوعالم ﷺ کے حضور وشہود اور قرب و وصول کی فکر میں ہے — اس لئے ان کی تحریر میں، تقریر میں، اشعار میں آپ کو بادۂ محبت چھلکتا ہوا ملے گا اور جذب دل کا سوز وتپ آپ کے دلوں کو بھی محسوس ہوگا — یہ کتاب بھی ان ہی کیفیات کے نتیجے میں معرض تحریر میں آئی ہے ——— روح کائنات کے بلیغ اور بامعنی عنوان کے تحت

سیرت نبوی ﷺ کے چند گوشے منفرد انداز میں پیش کیے گئے ہیں، رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ اس کائنات کے لئے روح اس معنی میں ہے کہ دین کا اصل الاصول توحید ورسالت ہے، اس کے بغیر کوئی عمل مقبول ومحمود نہیں، حدیث کے مطابق جب کوئی دین دار (مومن) باقی نہ رہے گا تو کائنات ارضی بھی باقی نہ رہے گی کیونکہ معلول بغیر علت کے برقرار نہیں رہ سکتا اور رسول اکرم ﷺ دین کی اصل ہیں ع

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اس اعتبار سے یہ تشبیہ معنوی ہوئی کہ جس طرح جسم کے حیات وقرار کے لئے روح کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کائنات اور اس میں جاری دین کے لئے رسول اکرم ﷺ کی ذات بہ منزلہ روح کے لازمی وضروری ہے — لیکن حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''آب حیات'' میں لکھا ہے کہ ذات محمدی ﷺ کو مخلوقات سے وہی نسبت ہے جو، جوہر کو عرض سے ہوتی ہے اور عرض جوہر کے تابع ہوتا ہے، جوہر کا وجود اصل ہوتا ہے اور عرض کی بقا جوہر کی وجہ سے ہوتی ہے، یعنی عرض بغیر جوہر کے باقی نہیں رہ سکتا — اس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ دیوار پر سپیدی کردی جائے تو وہ سپیدی دیوار کی وجہ سے قائم رہے گی، دیوار نہ ہو تو سپیدی بھی نہیں رہے گی — حضور اقدس ﷺ کی حیثیت مخلوقات کے لئے ایسی ہی ہے، مولانا

نانوتوی نے عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضور کی ذات حقیقتاً نہ کہ تمثیلاً، عالم مکوّنات کی روح ہے:

دو عالم قالب آمد چوں تن نصر ❁ محمد در میانش ہم چو جان است

آب حیات میں یہ بحث ایمان افروز بھی ہے اور فکر انگیز بھی، مولانا نے عقلی ونقلی دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں — اگر اس نظریے کو تسلیم کرلیا جائے تو حضور آیت رحمت ﷺ کا روح کائنات ہونا، تشبیہ معنوی بھی ہے اور امر حقیقی بھی — والعلم الصحیح عند الله —

خانقاہ مجیبیہ کے موجودہ زیب سجادہ مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری ابقاہ اللہ، حضرت مؤلف کے پوتے اور نواسے ہیں، صاحب سجادہ کے دادا اور نانا حضرت مولانا شاہ امان اللہ قادری و حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری قدس سرہما، حضرت مؤلف کے بھائی اور بچپن کے ساتھیوں میں تھے، اس لئے وہ صاحب سجادہ کے ساتھ بڑی شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے ہیں، حضرت صاحب سجادہ نے سفر عمرہ کے موقع پر فرمائش کی تھی کہ اپنی کوئی کتاب خانقاہ مجیبیہ سے اشاعت کے لئے عنایت فرمائیں، حضرت مؤلف مدظلہ نے یہ فرمائش یوں پوری کی کہ کسی مطبوعہ تصنیف کا حق طباعت دینے کے بجائے مستقل ایک کتاب تالیف کر کے عنایت کی، اور اس نئی تصنیف کے لئے ایسا موضوع منتخب کیا جس کو خانقاہ پیر مجیب سے

خاص مناسبت ہے بلکہ درود شریف سلسلۂ مجیبی کی پہچان اور خصوصیت ہے۔

مؤلف کتاب حضرت عمی ومخدومی بقیۃ السلف فخر الخلف مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ کی تصنیفات ملک و بیرون ملک کے مختلف مطابع سے شائع ہوتی رہتی ہیں، پہلی بار ان کی یہ کتاب دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے شائع کی جارہی ہے، جو ہمارے لئے باعث فخر و مسرت ہے اور ہم لوگ ان کے ممنون کرم ہیں۔

—— ہلال احمد قادری پھلواروی

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کی حمد گزاری اور سید الاولین والآخرین محمد ﷺ کی ذات گرامی پر نذرانۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد بندۂ عاصی پُر معاصی حضور اقدس رسول کریم ﷺ کے غلاموں کا غلام ، بدنام کنندۂ چند نکونام عبداللہ بن عباس بن انس (مولود : ۱۳۴۳ھ) عرض کرتا ہے کہ امام ابن قیم شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (۶۹۶-۷۵۱ھ) کی کتاب ''جلاء الافہام'' سے اخذ کر کے فضائل درود وسلام پر چند سطریں لکھنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ اور یہ گنہگار اس توفیق الٰہی پر اپنے مالک حقیقی کا جتنا بھی شکر کرے، کم ہے کہ اس کا ایک بندۂ ناکارہ جس کی عمر بہت طول کھینچ چکی ہے اور جو ''پیری وصد عیب'' سے ناکارہ تر ہو چکا ہے اپنے آپ کو اس شعر کا مصداق پاتا ہے :

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم
ہرگہ کہ یاد روئے تو کردم، جواں شدم

یہ عاجز بات کو پھیلا کر بیان کرنے کا سلیقہ نہیں رکھتا۔ اطناب کی

جگہ ایجاز کا دلدادہ ہے۔ لیکن زبان پر جب وہ نام آئے جس کے بارے میں کہنے والے نے سچ کہا ہے :

نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
خیمہ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے

وہاں اطناب بھی ایجاز معلوم ہونے لگا اور نگاہوں کے سامنے زمین کی وسعتیں سمٹتی نظر آئیں۔ ۱۴۲۵ھ کی لیلۃ النصف شعبان میں محسوس کیا کہ بڑھاپے کی کمزور انگلیاں قلم کو مضبوطی سے پکڑنے پر آمادہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں کعبہ کے زیر سایہ :

دو چار قدم میں جو چلا جھوم جھوم کے
رعشہ وداع ہوگیا ہاتھوں کو چوم کے

ابن قیم کی ''جلاء الافہام'' کے مقدمہ یا تمہید کے طور پر راقم نے ''روح کائنات'' عنوان سے سیرت نبویؐ کی چند جھلکیاں اپنی دانست میں نئے طرز سے پیش کی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جس ذات گرامی ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے فضائل و آداب بیان کئے جا رہے ہیں وہ کس عظمت و مرتبت کی حامل ذات ہے۔

فضائل درود و سلام سے پہلے علامہ عبد الرحمٰن بن محمد الملّوح کا وہ خطبہ مع ترجمہ نقل کیا گیا ہے جو انہوں نے ''جلاء الافہام'' کے نئے ایڈیشن

کے لئے لکھا تھا۔ آخر میں حضرت جامیؔ کے ایک شعر پر راقم عاجز کی ایک تضمین نقل کی جارہی ہے جو ''المجیب'' پھلواری شریف کے دور اول میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اس پر مولانا مسعود شمیم ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے مدرسہ کی سالانہ روداد اور کراچی سے شائع ہونے والے ''الاشرف'' میں طبع کرایا تھا اور دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے چند جملے لکھے تھے جن کے اندر محبت کی حرارت آج بھی محسوس ہوتی ہے۔

ان دونوں کو اس کتابچہ کا ضمیمہ بنایا جارہا ہے۔

اہل علم حضرات کے لئے یہ بات قابل اطمینان ہوگی کہ آداب و فضائل درود و سلام اور روح کائنات کی روایات کی صحاح وسنن کی کتابوں سے تطبیق دی جاچکی ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

روح کائنات

وہ ذات گرامی جن پر اللہ تعالیٰ کی ردائے رحمت سر سے پیر تک چھائی ہوئی تھی اور جن پر خود ذات ذوالجلال نے ہدیۂ صلاۃ وسلام بھیجا، اس کے فرشتوں نے نذرانۂ عقیدت پیش کیا، اور قیامت تک اہل ایمان اللہ کے حکم کی اطاعت میں درود وسلام بھیجتے رہیں گے، اس ذات گرامی کو خالق کائنات نے کن کمالات سے نوازا تھا؟ اس کو سمجھنے کے لئے ضرورت انشاء پردازی یا شاعری کی نہیں، علم و تحقیق کی ہے۔ ایک بشر کے اندر اس کے کمالات کا اندازہ چار باتوں سے کیا جاتا ہے۔ صورت، سیرت، قول اور عمل۔ حضور اقدس رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی کے کمالات شخصی کو بیان کرنے کے لئے اقوال و آثار کی روشنی میں احادیث وروایات کی سندوں کو سامنے رکھتے ہوئے علماء اور اہل اللہ نے دو طریقے اختیار کئے ہیں۔ ایک تو ذوقی اور مجازی ہے اور دوسرا حقیقی اور بیانی۔

ذوقی اور مجازی کا اندازہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا حلیہ بتانے کے لئے یہ کہا جائے کہ آپ کا چہرہ مہرہ بے مثال تھا۔ آفتاب کی کرنیں آپ کے قدموں پر نثار تھیں، تاروں کی روشنی آپ پر صدقے، چاند آپ پر فدا،

حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی سے وابستگی اور محبت بڑھانے کے لئے بہت سے علماء اور صوفیہ کا طرز بیان اسی طرح کا رہا۔ دوسرا طریقہ حقیقی اور بیانی وہ ہے جو محدثین کرام نے اختیار کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مشاہدات کو اسی طرح بیان کیا جو انہوں نے دیکھا تھا، یا جو روایت ان تک پہنچی مثلاً ان کا کہنا کہ آپ ﷺ کا رنگ گورا تھا، جس میں سرخی دمکتی تھی، موئے مبارک نہ تو پیچیدہ تھے نہ گھنگریالے اور کان کی لو سے آگے نہیں بڑھے، دندان مبارک موتیوں کی طرح برابر تھے .... وغیرہ وغیرہ۔

اس انداز پر شمائل کی کتابیں بے شمار موجود ہیں۔ نظم میں بھی اور نثر میں بھی۔ جن میں سب سے زیادہ معتبر اور جامع وہ کتاب ہے جو امام ترمذی نے جمع کی ہے۔ اور ان کی سنن کا وہ جزء ہے ''الشمائل النبویہ'' للامام الترمذی اور عام طور سے شمائل ترمذی کے نام سے مشہور ہے (یعنی شمائل نبوی جمع کردہ ترمذی)۔ اس پر اہل اللہ، صوفیائے کرام اور اتقیاء لکھتے رہے ہیں، ان کے علاوہ مجھ جیسے گنہگاروں نے بھی ان کے کفش برداروں میں شمار کئے جانے کی تمنا کا اظہار کیا ہے اور اپنے تسکین قلب کی خاطر ایک مختصر مجموعہ مرتب کیا ہے جس کا نام ''آفتاب نبوت کی چند کرنیں'' ہے۔ پیش نظر کتاب جس کو آپ کتاب کے بجائے نوشتۂ عقیدت کہیں تو زیادہ مناسب ہوگا، اس کا موضوع بھی حضور اقدس ﷺ کی سیرت پاک کی چند جھلکیاں

دکھانا ہے، اور یہ واضح کرنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمایاں خصوصیات کیا تھیں، اس تحریر میں مجاز کے پردہ میں اور ذوق وشوق کے انداز میں کچھ کہنے کے بجائے پوری حقیقت پسندی کے ساتھ وہ باتیں بیان کرنے کی کوشش کی ہے جس کو صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم مصنفین بھی تسلیم کر چکے ہیں اور آج بھی کسی انصاف پسند انسان کو دکھایا جا سکتا ہے اور کہا جا سکتا ہے :

یا صورتے کش ایں چنیں یا ترک کن صورت گری[1]

اور اس کے لئے ایک عالمی پیمانہ جس میں دنیا کے تمام بڑے سے بڑے دیوتا اور اوتار کی شخصیت کو پرکھا جا سکتا ہے، یہ معیار ہے انسانیت کا، انسانی اقدار کا ان کے سمجھے ہوئے پیمانۂ حسن و جمال کا۔ آئندہ صفحات میں ہم انہی چار مضامین کو ترتیب وار بیان کریں گے۔ والتوفیق من اللہ والأعمال بالنیات۔

پہلا رخ :

جمال صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سراپا، قدرت کی عطا کردہ رعنائی کو چار گوشوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

(۱) چہرۂ انور پر حسن وزیبائی کے ساتھ جلالت شان کا عکس جس

---

(۱) امیر خسرو دہلوی کی مشہور نعت کا شعر ہے :

صورت گر نقاش چیں روصورتِ یارم بہیں ۞ یا صورتے کش ایں چنیں یا ترک کن صورت گری

کو دیکھتے ہی ایک انجان سے انجان بھی کہہ اٹھے کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا، جیسا کہ ایک یہودی نے آپ کو دیکھتے ہی کہا تھا کہ ''ھذا لیس وجہ کاذب'' یا تعظیم کے لئے بشریت کا سر خود بخود جھک جائے اور تسلیم ورضا پر طبیعت خود بخود آمادہ ہوجائے، جیسے کہ آپ کے وجود گرامی کا رعب اور سراپائے وجود کی ہیبت کے آگے کسریٰ کے ایلچی کانپ گئے، وہ ایلچی جو اپنے سونے چاندی کے زیورات (فوجی نشانات) پہنے اپنے رعب و داب کی وردیوں میں حضور اقدس ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے، یہ ایلچی شاہانہ جاہ و حشم کو دیکھے ہوئے کسراؤں کی آغوش عظمت میں جن کی پرورش ہوئی تھی، حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی ان کے کسراؤں اور شاہزادوں اور ولی عہدوں سے زیادہ بارعب تھی کہ وہ خوف وعظمت کے ملے جلے جذبات سے کانپنے لگے۔ ادھر خود حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی کا یہ حال تھا کہ انتہائی معمولی چادر کا تہبند باندھے گھٹنوں تک کی رداء (قبا) شانوں پر ڈالے سر جھکائے مسجد کی زمین پر بیٹھے تھے۔[1]

(۲) چہرۂ انور سے اخلاص ومحبت کے ایسے آثار کا ہویدا ہونا جس کو دیکھ کر دل کھنچے، اعصاب نرم ہوں اور آنکھیں ان کے دیکھے بغیر چین نہ پائیں۔

---

(۱) سیرت ابن ہشام باب الوفود۔

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی رسولؐ کی آنکھ جاتی رہی۔ لوگوں نے ان کی عیادت کی تو انہوں نے کہا کہ میں اپنی دونوں آنکھوں کو اس لئے چاہتا تھا کہ ان سے نبی کریم ﷺ کو دیکھونگا اور جب حضور ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تو بخدا! اب اس کی قطعاً مجھے خوشی نہ ہوگی کہ میری آنکھیں ''تبالہ'' کی ہرنیوں کی طرح (کشادہ اور روشن) ہو جائیں[1]۔ ''تبالہ'' یمن کا ایک علاقہ تھا، جہاں کے ہرن بڑے خوبصورت قسم کی آنکھوں والے ہوا کرتے تھے۔ یہ شعر اس موقع پر علماء نے پڑھا ہے :

کنت الحیاۃ لمھجتی فعلیک کنت أخاطر

کنت السواد لناظری فعلیک کنت أحاذر

''آپ میرے روح رواں تھے جس کے جانے کا مجھے خطرہ تھا

آپ میرے لئے دیدۂ بینائی تھے جس کے بجھ جانے کا مجھے خطرہ تھا''

(اور جب آپ ہی نہ رہے تو نہ زندگی مطلوب ہے اور نہ آنکھ کی بینائی!!)۔

فارسی میں کسی نے اس طرح تعبیر کی ہے :

بے تو غم، ہیچ و شادمانی، ہیچ

مرگ ہم، ہیچ و زندگانی ہیچ

---

(۱) ''الأدب المفرد'' للامام البخاری — ترجمہ : راقم عبداللہ عباس ندوی۔

مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی محبوب عام وخاص تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاکر کوئی بچھڑا نہیں اور کوئی قریب آکر نظر سے اوجھل نہیں ہوا۔ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہر پڑھے لکھے مسلمان کو معلوم ہے کہ آپ مکہ مکرمہ کے شاہزادے تھے، نوجوان آپ کی چال کی نقل اتارا کرتے تھے۔ آپ کے لباس اور زلف رکھنے کا انداز فیشن بن چکا تھا۔ مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تاباں دیکھا تو سب کچھ آپ کے قدموں پر قربان کردیا اور عیش وعشرت کے تمام ذرائع و وسائل کو ٹھکرا دیا اور حضور اقدس کی خدمت میں آکر رہ پڑے اور ایک میلے کچیلے کپڑے پر جس میں جوئیں پڑ جاتی تھیں، قناعت کی اور جب شہید ہوئے تو کفن کے لئے کپڑا میسر نہ تھا، سر ڈھکا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر ڈھک دو اور پیروں پر گھاس ڈال دو۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ سخت جلتی ہوئی دھوپ میں جس طرح لوگوں کو ٹھنڈے پانی کی تلاش ہوتی ہے اس سے زیادہ صحابۂ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی طلب رہتی تھی۔

(۳) نماز با جماعت میں صف اول کی بڑی فضیلت احادیث نبویہ میں مذکور ہے جن میں سب سے مشہور حدیث بخاری ''باب فضل الصّف الاول'' میں مذکور ہے کہ اگر لوگوں کو (اقامت کے وقت صف میں

کھڑے ہونے اور) صف اول کی فضیلت معلوم ہوتی تو صف اول میں جگہ لینے کے لئے قرعہ اندازی کرنا پڑ جائے تو لوگ قرعہ اندازی کرتے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

لو يعلم الناس ما فى النداء والصف الأول ثم
لم يجدوا إلا أن يستهموا عليه لاستهموا۔

امام ذہبی نے ایک اثر نقل کیا ہے کہ صحابۂ کرام صف اول میں حاضری کی کوشش کرتے تھے۔اس کے حصول میں ایک جذبہ تو یہی ہوتا کہ اس کی فضیلت سے بہرہ مند ہوں۔ دوسری بات یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نماز ختم کر کے اپنی جائے امامت پر گھوم کر نمازیوں کی طرف رخ کرلیا کرتے تھے۔لوگوں کو یہ تمنا ہوتی کہ آپ ﷺ کے روئے انور کو دیکھنے کا یہ موقع ہاتھ سے نہ نکلے اور جمال جہاں آراء کس کو کہتے ہیں؟؟

(۴) انسانوں کی سرشت میں جیسے آپ ﷺ کی محبت پیوستہ تھی۔ دل ادھر کھنچتے تھے جدھر آپ چلتے تھے۔آپ ﷺ کی شخصیت میں جاذبیت، محبت، دلآویزی، من موہنی ایسی تھی کہ آپ کے نور سے ہر گھر میں روشنی تھی۔ ہر تاریک سے تاریک گوشہ میں جہاں آپ کا گزر ہو وہ درخشاں ہو جایا کرتا تھا :

شمع رویت چراغ ہر خانہ
ہر دل از سوز عشق پروانہ

(حضرت نصر پھلواروی قدس سرہٗ)

سوائے اس محروم وشقی کے جو بدنیتی سے آیا ہو اور بدبختی جس کی رفیق ہو آپ ﷺ کو دیکھ کر کوئی تاریک سے تاریک دل رکھنے والا بھی نور ایمان اور محبت نبوی کی دولت سے خالی ہاتھ واپس نہیں گیا۔

(۵) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چودہویں رات کی چاندنی میں رسول اللہ ﷺ کو (یمنی چادر کا) سرخ جوڑا زیب تن فرمائے ہوئے دیکھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ ﷺ کے روئے انور کو، اور دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں کون زیادہ حسین ہے۔ بالآخر فیصلہ یہی ٹھہرا کہ خدا کی قسم آپ ﷺ کا چہرۂ انور چودہویں کے چاند سے زیادہ حسین تھا۔[۱]

شمائل نبوی کے راویوں کے لئے یہ بات عجیب سی محسوس ہوتی ہے کہ ایک طرف آنحضرت ﷺ کا رعب اس قدر تھا کہ لوگ سامنے آنے کی تاب نہیں رکھتے۔ دوسری طرف آپ کے چہرۂ مبارک سے محبت کی وہ نورانیت جھلکتی کہ ہر شخص یہ چاہتا کہ وہ آپ کو دیکھتا ہی رہے اور آپ کی قربت حاصل ہو۔ بظاہر دونوں باتوں میں تضاد ہے لیکن حقیقت وہ ہے جس کو حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ :

"من رآه بداهة هابه، و من خالطه معرفة أحبه لم

---

(۱) ملاحظہ ہو حاشیہ شمائل ترمذی۔

أرى مثله قبله ولا بعده صلى الله عليه وسلم "۔[1]

"جس شخص نے آپ کو اچانک دیکھا تو اس پر آپ کی ہیبت طاری ہوگئی اور جو شخص آپ سے قریب رہ کر ملا جلا اس کو آپ کی ذات پاک سے محبت ہوگئی۔ میں نے آپؐ جیسا شخص نہ پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں"۔

راقم کے ذہن میں ایک اور مثال آئی ہے کہ بچے اپنی ماں کے گرویدہ ہوتے ہیں، باپ کی گودوں میں کھیلتے ہیں، جب بڑے ہوجاتے ہیں تو محبت و عقیدت دونوں کے ملے جلے جذبات سے آداب و تعظیم بجا لاتے ہیں اور کوئی دوسرا شخص جب دیکھتا ہے تو اس کے منصب و مرتبہ کو اور اس کے اختیارات کو اور وسائل کو دیکھ کر رعب میں آجاتا ہے، گویا دونوں باتیں ایک ہی شخص کے اندر پائی جاتی ہیں اور اس میں کوئی تضاد نہیں۔ اسی طرح جہاں یہ کہا گیا کہ حضور انورؐ کا کسریٰ کے ایلچی پر ایسا رعب پڑا کہ وہ کانپنے لگا۔ دوسری طرف آپ کے فرزندان خاص حضرت سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما آپؐ کے کاندھوں پر سوار ہوتے اور آپ ان کو لے کر اسی حال میں گلیوں میں نکل جاتے اور لوگ کہتے "نعم الراکب و نعم المرکب" کیا اچھی سواری ہے اور کیا اچھے سوار ہیں ع

حسن یوسف دگرست، جلوۂ جاناں دگرست

---

(۱) یہ روایت شمائل ترمذی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مگر امام ذہبی نے یہ قول حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا ہے۔

دوسرا رخ کمال سیرت :

جمال صورت (خَلق) کے بعد کمال سیرت سے اشارہ آپ ﷺ کے اخلاق و عادات کی طرف ہے جس کو خُلق کہتے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کیا تھی۔ ام المومنین نے جواب دیا ''کان خلقه القرآن'' آپ کی سیرت قرآن تھی یا قرآن آپ کی سیرت طیبہ کا نقش ہے۔

سیرت طیبہ کو اس رخ سے دیکھئے تو بے شمار گوشے روز روشن کی طرح نمایاں نظر آئیں گے۔ سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ''سیرۃ النبی'' کی چھٹی ضخیم جلد میں انہی گوشوں کو روشن کیا ہے، علامہ مناظر احسن گیلانیؒ نے اس کی تلخیص چالیس صفحات میں کی ہے۔ سعودی عرب کی مجلس شوریٰ کے موجودہ صدر امام حرم ڈاکٹر صالح بن عبد اللہ الحمید اور دارالوسیلہ دمشق کے ناظم ڈاکٹر عبد الرحمٰن محمد بن الملوح نے گیارہ ضخیم جلدوں میں ''نضرۃ النعیم'' کے نام سے ایک موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) تیار کیا ہے جس کا موضوع ''خلق النبی ﷺ'' ہے یہاں پر چند گوشوں کو بطور عنوان مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔[1]

(۱) آپ ﷺ کی اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور باریک بینی، اور ہر کٹھن

---

(۱) نضرۃ النعیم کی بارہویں جلد فہرست اور حوالوں پر مشتمل ہے۔

معاملہ میں وقت پر ایسا فیصلہ کرنا کہ اگر اس کے خلاف کیا جاتا تو دنیا اسلام کی روشنی سے محروم رہتی۔ غزوات کے موقع پر جہاں آپ ﷺ کے حکم پر عمل کرنے میں کوتاہی ہوئی وہیں آفت آگئی اور مسلمانوں کا سخت نقصان ہوا۔ غزوۂ احد میں ایک گروہ کو پابند فرمادیا تھا کہ اپنی جگہوں سے نہ ٹلیں مگر اس گروہ کے افراد غلطی سے جنگ کو ختم سمجھ کر مال غنیمت کی طرف بڑھ گئے اور دشمن اس راستہ سے آکر مسلمانوں پر غالب آگئے .... یہ واقعہ سیرت کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔ اسی طرح اس سے پہلے جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں کا پڑاؤ کہاں ہو اس کا فیصلہ تنہا سرکار دوعالم ﷺ کا فیصلہ ہے جو سو فیصد کامیاب رہا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح بظاہر شکست نظر آرہی تھی، صحابۂ کرام ایک طرف تو طاعت کے پابند تھے، دوسری طرف دیکھ رہے تھے کہ مسلمان راستے سے لوٹائے جارہے ہیں، مگر نتیجہ وہی کامیاب رہا جو اس صلح کا نتیجہ تھا، جس کو تنہا حضور اکرم ﷺ نے اپنی عقل و حکمت سے پسند کیا تھا، مشورے آپ نے صحابۂ کرام سے بھی لئے تھے مگر فیصلہ آپ ﷺ کی رائے پر ہوا۔

لہٰذا اخلاق نبویہ کا ایک اہم گوشہ آپ ﷺ کی حکمت و باریک بینی، ذہانت اور نگاہ پاک کی دوررسی ہے۔

(۲) مصائب اور سخت سے سخت آفات کی ساعتوں میں آپ ﷺ

کا استقلال و پامردی گویا شدید ترین سیاہ آندھیوں کے وقت طوفان کو اپنے سینے پر سہ لینا اور پائے ثبات میں ذرا جنبش نہ ہونے دینا، مکہ مکرمہ کا پورا شہر آپ کا دشمن تھا، آپ کے خاندان کے بڑے رؤسا، کعبہ کے پاسبان سب کے سب ایک وقت تھا کہ آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے۔ جان کے دشمن، مال کے دشمن، عزت و عافیت کے دشمن، سبھوں نے مل کر آپ کا اجتماعی مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کیا اور شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اس وقت کے ارباب اقتدار نے عیش و عشرت، مال و دولت، حکومت و سیادت کی پیش کش کی مگر آپؐ نے سوکھی ہڈیوں اور درخت کے پتوں پر قناعت کی مگر ان کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ ان کا مطالبہ صرف یہ تھا کہ دعوائے نبوت سے باز آجائیں، مگر جو حکم اللہ کا تھا اس کو ٹالا نہیں گیا۔ علامہ قاضی عیاض ''کتاب الشفاء فی حقوق سیدنا المصطفیٰ'' میں لکھتے ہیں کہ شعب ابی طالب میں محصوریت کے دن ایسے تھے جس کی شدت کو صرف یہ آیت بتا سکتی ہے۔

یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا وہ دن جس کی سختی بچوں کو بوڑھا کر دے گی۔

(المزمل : ۱۷)

ایسے عالم میں پورے میدان میں تنہا وار برداشت کرنے کے لئے آپ ﷺ میدان میں کھڑے تھے۔ اخلاق نبوی کا یہ گوشہ تاریخ انسانی کا نایاب باب ہے۔

غزوۂ احد کی وہ ساعت جب کہ تمام دشمن فوج کا نشانہ آپ ﷺ کی طرف تھا، دندان مبارک شہید ہو چکے، جبین اطہر پر زخم پڑ چکے ایک سے ایک عزیز شخصیت شہید کی جا چکی، محبوب ترین چچا حضرت حمزہؓ جن سے اسلام کی اس وقت آبرو باقی تھی ان کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا جا چکا اور ان کے جگر کو چبایا جا رہا تھا۔ ایسے وقت میں جبکہ بڑے سے بڑے ''سورما'' کے پاؤں لڑکھڑا جائیں آپ کے پائے ثبات میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دنیا سے بے نیازی کی آخری حد۔

حضور انور ﷺ کی حیات طیبہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو ایک انسان کے لئے وہمی یا خیالی ہو، ایک اعلیٰ ترین معیار موجود ہے، جس کو عقل انسانی تسلیم کرتی رہی ہے۔ بعض جوگیوں اور سنیاسیوں کے حالات اس طرح کے سنے گئے ہیں جن کو عقل تسلیم نہیں کرتی، اگر بالفرض مان بھی لے تو کسی انسان کے لئے وہ نمونہ یا معیار نہیں بن سکتے۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ بعض سنیاسیوں نے جہد و ریاضت کے زور پر مہینوں برف کی سلوں کے اندر زندہ رہنے کی مشق کر لی، کھانا پینا، بول و براز تو الگ رہا وہ اپنی سانس پر بھی قابو رکھتے تھے۔ اب کوئی عقل و ہوش رکھنے والا انسان بتائے کہ اگر بالفرض یہ بات صحیح بھی ہو تو کیا خدا کی پوری دنیا اسی طرح برف کے اندر سو کر زندگی گزار سکتی ہے؟ یا اس کو دعوت دی جا سکتی ہے کہ یہ ہے معیار

اس پر عمل کرو؟ کچھ لوگ مجرد رہے کہ دنیا کی الجھنوں سے پاک رہیں، جننے جنانے کا سلسلہ ختم ہو اور دنیا ختم ہو جائے، اگر اس طرز عمل کو معیار اور اسوہ سمجھا جاتا تو دنیا کب کی فنا ہو چکی ہوتی۔

غرض انتہائی گہرے معانی کو تمثیل مجازی کے پیرایہ میں جو کسی نے کہا اس سے بحث نہیں، بحث عملی زندگی سے ہے جس کے لئے اسوہ، نمونہ مطلوب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت انسانوں کے لئے ہوئی تھی، وہ انسان جس کو بھوک پیاس اور جنسی طلب سے واسطہ ہے، جس سے دنیا قائم ہے، آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کو بھوک لگتی تھی، جب سخت بھوک لگتی اور خالی پیٹ کھڑے ہو کر چلنا دشوار ہو جاتا تو شکم مبارک پر پتھر بھی آپ نے باندھے ہیں جس کی روایت تمام صحاح کی کتابوں میں موجود ہے، خاص طور سے غزوۂ خندق کے موقع پر۔ جب اللہ تعالیٰ نے رزق فراہم کر دیا تو کھجور اور گوشت بھی تناول فرمایا خانہ داری اور عیال کی پرورش، آئے دن مہمانوں کے لئے غذا پانی حاصل کرنا، صرف ایک گھر نہیں بلکہ ازواج مطہرات کی تمام معاشی واقتصادی ضروریات کا تکفل، کوئی دن مشغولیت سے خالی نہیں اور اس قدر مصروفیت کہ ان کے ساتھ معمولی فرض نمازوں کا ادا کرنا بھی دشوار ہو، وہاں آپ ﷺ کی کثرت عبادت جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے :

ان لک فی النھار سبحاً طویلاً (المزمل — ۷)
بیشک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے (دنیوی بھی اور دینی بھی)۔

نبوت کے فرائض، دعوت دین کی فہم، دشمنوں کی سازشوں، منافقوں کی چالوں کو سمجھنا اور حسب موقع ان کا تدارک کرنا، اللہ کے کلام کو پڑھ کر سنانا، قلوب کا تزکیہ کرنا، ناخواندہ قوم کو علوم و حکمت سے آراستہ کرنا اور ان سب کے ساتھ :

اُتُلُ ماَ اُوحِیَ الیک من الکتاب واقم الصلاۃَ اِنَ الصلاۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ☼ (العنکبوت : ۴۵)
جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے، آپ اسے پڑھا کیجئے، اور نمازوں کی پابندی رکھئے بے شک نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے) بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی ہے۔

پر عمل پیرا ہوتے ہوئے پانچ وقتوں کی باجماعت نمازوں میں امامت کرنا اور راتوں کو اٹھ کر :

یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ، قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیلاً نِصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلاً ، اَوْزِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ
اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۞ (کہ اس میں قیام نہ کرو بلکہ آرام کرو) یا اس نصف سے کسی قدر کم

(اَلْمُزَّمِّل - ۱ - ٤)

کر دو یا نصف سے کچھ بڑھا دو، اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو (کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو)۔

کے بموجب نوافل اور تہجد پڑھنا جس کی کثرت سے آپ کو روکا جا رہا تھا اور بار بار کہا جا رہا تھا کہ ایک تہائی رات کی عبادت کافی ہے، کیونکہ اس کا امکان تھا کہ آپ اگر اس درجہ نوافل شب کا التزام فرمائیں گے تو امت اس کو فرض نہ سمجھ لے اور اگر وہ دنیا سے بے نیاز ہو کر صرف نوافل میں غرق ہو جائے تو پھر دعوت دین، اصلاح بشریت، تعلیم کتاب و حکمت کی ذمہ داری جو آپ ﷺ اپنی روحانی قوت سے کر لیتے تھے دوسرے نہیں کر سکتے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں : ایک رات ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رات گزار رہے تھے، (کچھ رات گئے) آپ ﷺ اٹھے، مسواک کیا، وضو فرمایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، تو میں بھی (آنحضرت ﷺ کے بغیر بلائے خود سے) کھڑا ہو گیا، آپ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ سے نماز شروع کی (یعنی سورۂ فاتحہ کے بعد) جب کوئی آیت

رحمت آتی تو ٹھہر جاتے اور دعا فرماتے، اور جب کوئی ایسی آیت آتی جس میں عذاب کا ذکر ہوتا تو اللہ کی پناہ مانگتے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا اور رکوع میں اتنی دیر تک جھکے رہے جتنی دیر حالت قیام میں تھے، اور ان الفاظ کو دہراتے رہے — سبحان الذی ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ! پھر آپ نے اسی طرح سجدہ فرمایا، پھر (دوسری رکعت میں) آل عمران، اس کے بعد ہر رکعت میں ایک مکمل سورہ پڑھتے۔

حضرت عوف فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کون ہے جو اتنی طویل نماز ادا کرنے کی ہمت کر سکتا تھا؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک رات حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نفل میں شریک ہو گیا۔ مگر نماز اس درجہ طویل ہو گئی کہ میرا ارادہ خراب ہونے لگا۔

لوگوں نے کہا: کیا ارادہ ہوا؟

کہا: میں نے سوچا بیٹھ جاؤں — اور حضور اکرم ﷺ کو تنہا نماز میں چھوڑ دوں۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری کی دوسری روایت ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں (نام نہیں دیا صرف ''قال آخر'' لکھا ہے) میں ایک مرتبہ حضور انور ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نماز میں تھے، اور آپ کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے بڑی پتیلی میں پانی کھولنے کی آواز ہو، اور پتیلی آگ پر رکھی ہو۔

صحیح بخاری کے حوالہ سے اس طرح کی متعدد حدیثیں امام ذہبی نے تاریخ اسلام میں ذکر کی ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرض نمازیں مسجد میں اور نوافل گھر میں ادا کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ فرض نمازوں کے علاوہ دوسری نمازیں گھر میں زیادہ افضل ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپؐ رات کو گیارہ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے اوران نمازوں میں جو سجدہ کرتے تھے ان میں اتنا وقت صرف ہوتا جتنی دیر میں کوئی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت ادا کرتے اور اپنی داہنی کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آکر عرض کرتے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے راتوں کو اتنی دیر تک قیام اور رکوع کیا کہ آپؐ کے گھٹنوں میں ورم آگیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ اتنا بوجھ کیوں برداشت کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور

پچھلی لغزشیں پہلے ہی معاف کردی ہیں۔اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

أفلا أكون عبداً شكوراً کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

غرض حضرت عوف بن مالکؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ دونوں کی متفقہ روایت ہے کہ آپ جتنی نفلیں پڑھا کرتے تھے وہ انسان کی ظاہری قوت سے بہت بعید ہے۔(صحیح بخاری)

(۴) اب سرور کائنات رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا وہ رخ دیکھئے جس میں آپ کے زہد اور دنیا طلبی سے آخری حد تک بے رغبتی ظاہر ہوتی ہے۔حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جس زمانہ میں آپؐ نے امہات المومنین سے عارضی کنارہ کشی فرمالی تھی، جس کو ''ایلاء'' کہتے ہیں۔(اور جو طلاق نہیں تھی) اس وقت حضور اقدس ﷺ امہات المومنین کے حجروں سے ذرا دور ایک بلند جگہ پر معمولی سے حجرہ میں جس کو ''مشربہ'' کہا جاتا ہے، مقیم تھے۔لوگوں نے یہ قیاس کیا تھا کہ حضور اقدسؐ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے، حالانکہ یہ واقعہ نہیں تھا، بلکہ ایک متعین مدت کے لئے کنارہ کشی فرمالی تھی جیسا کہ اوپر گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپؐ کے حجرہ میں داخل ہوئے اور ہر طرف غور سے دیکھا آپؓ نے یہ دیکھا کہ کونے میں چند مٹھی جو رکھی ہے اور خشک روٹی کا ٹکڑا پڑا ہے اور چند کچی پکی کھجوریں ہونگی اور خود حضور اقدسؐ

ایک کھردری چٹائی پر لیٹے تھے جس کے نشانات جسم اطہر پر پڑ رہے تھے اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں دیکھی جس کو دنیا کے عیش وعشرت کا سامان کہا جائے ایک غیر آباد خطہ معلوم ہورہا تھا۔ حضرت عمرؓ یہ منظر دیکھ کر کانپ گئے، آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، حضور اقدس ﷺ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ میں جس حال میں آپ کو دیکھ رہا ہوں وہ بات مجھے رلا رہی ہے کہ آپ اللہ کے نبی، اس کے پیارے آپ ایسے حجرہ میں قیام فرما ہیں جہاں ایک خشک روٹی کا ٹکڑا اور چند کھجور کے دانوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ایسی چٹائی پر آپ تشریف فرما ہیں جس کے نشانات جسد اطہر پر پڑ رہے ہیں، اگر چاہتے تو دنیا کی کونسی نعمت ہے جو آپ کے قدموں پر ڈھیر نہ کردی جاتی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا کے کافر دولت مند سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے ہیں، آپ کا کہیں زیادہ حق تھا کہ آپ اس طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دلی اضطراب کو محسوس فرمایا اور ان کو تسکین دیتے ہوئے فرمایا، اے عمر! دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی وطن سے دور نا مانوس جگہ میں ہو اور راستہ طے کر رہا ہو (کن فی الدنیا کأنک غریب أو عابر سبیل)

حضرت عمرؓ نے حضور اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ

سنے اور اس کی عملی شکل ان کی حیات طیبہ میں جلوہ گر ہوئی، اور اس سبق کو کبھی بھولے نہیں اور جب خود خلیفہ ہوئے تو مسجد کی خاک پر پڑے ہوئے وقت گزارتے تھے۔ اور دوسرے ممالک کے ایلچی آکر یہ منظر دیکھتے اور رعب سے کانپنے لگتے، اس کی تفصیل علامہ شبلیؒ نے اپنی کتاب ''الفاروق'' میں لکھی ہے۔

دنیا سے بے رغبتی اور دنیا کو ایک رہگزر سمجھنا حضور اقدس ﷺ کی روزمرہ کی زندگی سے واضح ہے، جس کا ایک نقشہ ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چشم دید واقعہ میں نظر آیا، اس کو خاکساری اور تواضع بھی کہہ لیجئے، مگر اہل دنیا کا تواضع بھی دکھاوے کے لئے ہوتا ہے، ایک فن اور آرٹ ہے اور ایک طرح سے وہ تواضع نہیں ''ترافع'' ہے اس کو منکسرانہ تکبر بھی کہتے ہیں، مگر حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ میں جس تواضع کو ہم پاتے ہیں وہ آپ ﷺ کے مزاج وافتاد طبع کا نمونہ ہے، فطرت سلیمہ اسی انداز پر ڈھلی تھی۔

علامہ ماوردی مالکی ''المنتقی'' میں لکھتے ہیں کہ عرب کے دور دراز سے آئے ہوئے حضرات جن کو ''اعراب'' کہا گیا ہے، ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے کہ جب حضور اقدس ﷺ کے سامنے آتے تو بے انتہا رعب اور دبدبہ محسوس کرتے تھے، آنحضرت ﷺ ان سے فرماتے '' خَفِّضْ علیک فانما أنا ابن امرأةٍ کانت تاکل القدیدَ بمکة '' —

"اپنی ذات پر تکلیف کا بوجھ نہ ڈالو، میں تو اس عورت کا فرزند ہوں جو مکہ میں دھوپ میں سکھایا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی" ـــــ یہ تھا آپ کا فطری انداز تواضع، بغیر کسی بناوٹ اور دکھاوے کی خواہش کے، تواضع آپ ﷺ کے دل و دماغ میں رچ گیا تھا۔

(۵) آپ ﷺ کا حلم و وقار، حلیم کہتے ہیں غصہ پی جانے اور معاف کر دینے کے جذبہ کو، چشم پوشی کرنے والوں کو، یہ صفت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو بخشی تھی کہ بعض جاہل بدوی آکر غیر مہذب طریقہ پر پکارتے یا بے ادبی کی بات کہہ جاتے، کبھی براہ راست ذات گرامی کو برے لفظ سے یاد کرتے، ان سب پر آپ صبر کرتے اور کسی انتقام کی ذرہ برابر خواہش نہیں کرتے اس طرح کچھ منافق جو اہل ایمان سادہ لوح مسلمانوں کو بہکا کر جنگ سے روکتے یا عین ضرورت کے وقت ان کو گمراہ کرتے، آپ ان پر اپنے غصے کا اظہار نہیں فرماتے اور بقول امام ذہبی کہ میدان جنگ میں اپنوں کی غلطیاں دیکھ کر صبر کرنے والا آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا اور عفو و درگزر کی عادت کسی بشر میں اس درجہ نہیں تلاش کی جاسکتی جس قدر آپ کی ذات گرامی میں تھی۔ آپ بدگوئی تک برداشت کر لیا کرتے تھے، بے وقوف اور ناسمجھ قسم کے لوگ بعض وقت حد سے تجاوز کر جاتے مگر آپ اُف نہ کرتے، اور جب آپ کو پوری قوت حاصل ہوگئی تو

ہر ایک کو معاف فرما دیا، جیسا کہ فتح مکہ کے وقت آپ نے اعلان فرما دیا کہ جو کعبہ کے اندر پناہ کا طالب ہو کر آ جائے اس کو معاف کیا گیا، جس نے ابوسفیان کے گھر میں پناہ لی وہ معاف کیا گیا، جس نے اپنے گھر کے دروازے بند کر لئے (یعنی جنگ نہ کرنے اور صلح کی زندگی گزارنے پر آمادہ ہوا) اس کو معاف کیا گیا، صحیح روایت ہے کہ جب فتح مکہ مکمل ہو گئی اور دشمنان اسلام آپ کی خدمت میں جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا تمہارا کیا اندازہ ہے؟ میں تم سے کیا سلوک کروں گا؟ انہوں نے جواب دیا آپ سے وہی توقع ہے جو ایک شریف زادہ، بہترین باپ کے فرزند سے کی جا سکتی ہے اور اگر اس کے علاوہ مجھے سزا دی گئی تو سمجھوں گا کہ میرا قصور نا قابل تلافی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آج تم سے ایسی بات کہوں گا جو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

لا تثریب علیکم الیوم یغفر الله لکم و هو أرحم الراحمین	تم پر آج کوئی الزام نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کریا اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔
(یوسف — ۹۲)	

اور فرمایا: اے اللہ تو نے قریش کو عبرتناک سزا دیدی۔ اب آخر میں آج ان کو اے اللہ اپنے عفو و درگزر سے معاف فرمادے۔ اسی موقع پر ہند آئی جس نے حضور اقدسؐ کے بہت ہی جاں نثار اور قابل صد احترام چچا حضرت حمزہؓ

کا جگر چبایا تھا، آپ نے اس کو بھی معاف فرما دیا۔ اس سے بڑھ کر حلم کیا ہوگا۔ انتہائی سخت قسم کا جرم کرنے والی، دل پر زخم لگانے والی دشمن عورت بھی عفو خواہ آئی تو آپ ﷺ نے معاف فرما دیا۔ اور ان کا رتبہ ایسا بڑھ گیا کہ اہل ایمان صحابیہ کے مقام پر فائز ہو گئیں اور ان کو رضی اللہ عنہا کہا جانے لگا۔

(۶) معاہدہ کی پابندی اور کبھی اپنے قول سے نہ پھرنا، وعدہ کو پورا کرنا، اور دھوکہ بازی کو گناہ کبیرہ میں شمار کرنا اور معاہدہ کر کے مکر جانے کو بدترین اخلاقی جرم قرار دینا، اور اس سلسلہ میں بڑی سے بڑی مصیبت کو برداشت کر لینا، یہاں تک کہ معاہدہ کرنے والی دوسری پارٹی جب دھوکہ بازی پر اتر آئی اور اپنی طرف سے بغیر بتائے ہوئے معاہدہ توڑ دیا تو اللہ نے مسلمانوں کے لئے بھی اس پابندی سے نکل جانے کا راستہ پیدا کر دیا۔ جیسا کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہود نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو ان کا جواب بھی اس طرح دیا گیا کہ گویا معاہدہ نہیں تھا۔ اور جس طرح قریش نے صلح حدیبیہ کے شرائط کی خلاف ورزی کی تو ان کی اس خلاف ورزی میں مسلمانوں کے لئے ایک بھلائی کا پہلو نکل آیا اور مسلمانوں نے اپنی طرف سے عہد شکنی نہیں کی، ہاں عہد شکنی کرنے والوں کو قدرت نے خود سزا دی، اور ان کی تدبیر خود ان کے حق میں الٹی پڑ گئی۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیرۃ ابن ہشام جلد دوم – رحمۃ للعالمین قاضی سلیمان منصور پوری –سیرۃ النبی علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہم۔

تیسرا رخ قول محکم :

حضور اقدس رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے جو الفاظ ادا ہوئے ان کے اندر ایک جامعیت تھی اور وہ اقوام عالم کے لئے سودمند تھے، اس کو محدثین نے مختلف ابواب میں اور متعدد طریقہ سے جمع کیا ہے۔

ہم ان کے آٹھ گوشوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

(ا) اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو حکمت بالغہ اور علوم کے خزانے عطا فرمائے تھے وہ آپ کا ہمیشہ قائم رہنے والا اور ہر زمانہ میں قابل قبول معجزہ ہے۔ یہ معلوم ہے کہ آپ امی تھے، یعنی جس حال میں پیدا ہوئے تھے اس طرح زندگی بھر رہے، مگر آپ کی ایک بات بسا اوقات بڑے بڑے کتب خانہ پر بھی بھاری پائی گئی، آپ کے ذریعہ جو علوم آئے، جو حکمت کی باتیں آپ نے بتائیں اس پر ہزارہا ہزار صفحات لکھے جاچکے ہیں ایک ایک نکتہ پر لوگوں نے اپنی اپنی زندگیاں صرف کی ہیں، شیخ سعدی نے بالکل صحیح کہا ہے :

یتیمے کہ نا کردہ قرآن درست
کتب خانہ ہفت ملت بشست

''ایک ایسا یتیم جس کو کسی مکتب میں نہیں بھیجا گیا اور جس کو علم کی ابجد بھی نہیں سکھائی گئی اس نے سات عالم کے کتب خانوں کو (اپنے ایک بول سے) دھو دیا'' ـــــ وہ ذات جس کو نہ کسی عالم کی صحبت ملی اور نہ کسی تربیت کرنے والے کی عنایت کا محتاج ہوا مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ دنیا کے سارے حکیم و دانا جن کو علم و فضل میں فرزانہ سمجھا جاتا تھا سب آپ کے دکھائے ہوئے راہ حق پر چلنے کو اپنی معراج سمجھتے ہیں۔ حکمائے فلاسفہ نے علم و فہم کے در کھولنے کا دعویٰ کیا، اور لوگوں کو پابند کرنا چاہا کہ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر نجات حاصل کریں مگر اخیر میں انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ دین وہی ہے جو عرب کے اُمی سے ملا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور راستہ وہی ہے جسے رہبر انسانیت نے دکھلایا۔

(۲) انبیاء کے قصے گزشتہ زمانے کی داستان آپ کے ذریعہ سے جو معلوم ہوئیں اور وحی کے ذریعہ جس کا علم دنیا کو ہوا اس کا کوئی نقطہ یا شوشہ تاریخی اور علمی اعتبار سے تشنہ نہیں ہے، اور کوئی چھوٹی اور بڑی بات ایسی نہیں ہے جو وحی کے ذریعہ آپ کو نہ بتا دی گئی ہو۔

علم و حکمت کے وہ موتی جو آپ کی زبان مبارک سے ظاہر ہوئے اس کو ہر صحیح دل و دماغ والے انسان نے قبول کیا اور ان لوگوں نے مانا جن کے دل کشادہ تھے، اور سینے میں گنجائش تھی اور یہی بہت بڑی دلیل ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا۔

(۳) جو شریعت آپ کے ذریعہ سے آئی، فرد و جماعت کے جو اصول آپ نے تجویز فرمائے، حلال و حرام کی تمیز اور اس کے ضابطے جو آپ کے ذریعہ سے ملے، اس کو سمجھنے اور جمع کرنے کے لئے فقہ اور اصول فقہ، حدیث اور اصول حدیث، اور احادیث کو جانچنے کے علوم، راویوں کی صداقت کو سمجھنے کے لئے علوم جرح و تعدیل اور معرفت صحیح و سقیم پر کتب خانے کے کتب خانے اپنی جگہ پر اعلان کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام علوم و معارف کے خزانے آپ کے سینۂ مبارک میں جمع کر دیئے تھے اور مختصر جملوں میں جو بات آپ نے فرمادی، وہ دستور و قانون کے بڑے بڑے مجلدات کی تصنیف کا ذریعہ بنی اور ان کا سلسلہ جاری ہے۔

(۴) حضور اقدس ﷺ نے جن اخلاقی بلندیوں کی طرف دعوت دی، اور سیرت و کردار کی تعمیر کی جو نصیحت فرمائی، رشتہ داریوں کے حقوق ادا کرنے، کمزوروں اور یتیموں اور ناداروں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کے جو سبق دیئے اس کی مثال بھی دنیا کے کتب خانوں میں اس درجہ وضاحت کے ساتھ نہیں ملتی جو آپ ﷺ کی زندگی میں روزمرہ کا معمول تھا، اور جس کو دنیا نے آپ کے اقوال و اعمال سے اخذ کیا ہے، اس راقم عاجز کا تصور یہ ہے کہ دنیا کی لغت میں مروت، اخلاق، ہمدردی، مساوات، دوسروں کی

تکلیفوں کا احساس سرے سے ناپید تھا، اگر یہ الفاظ کہیں پائے بھی جاتے تھے تو وہ نایاب معانی کی طرف ذہن کو موڑتے تھے، اس کی عملی شکل آنحضرت ﷺ نے برت کر اور عمل کر کے دکھادی۔

پھر آپ نے آپس کے بغض وحسد کو ناپسندیدہ اور قابل نفرت عمل بتایا اور انسانوں کے اندر دوسروں کی بھلائی کی طلب پیدا کر دی۔ غرض یہ الفاظ پہلے بھی تھے مگر معانی نہیں تھے، عملی شکل نہیں تھی، آپ ﷺ نے ان الفاظ کے اندر روح ڈال دی اور لوگوں نے محسوس کر لیا کہ شرافت کا کیا مفہوم ہے اور اخلاق عالیہ کس کو کہتے ہیں، محبت کا کیا تقاضہ ہے اور آپس کی دل شکنی کتنی قابل نفرت چیز ہے۔ تاکہ ایسے انسان پیدا ہوں جو حکم خداوندی کا نمونہ بن جائیں اور:

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران — ۱۱۰)	تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کیلئے ظاہر کی گئی ہے، تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔

وہ مثالی انسان ہوں جو معروف کے پابند اور منکر کے دشمن ہوں، اور ان کے اعمال سے لوگ اسلام کو سمجھیں، اسلام اگر معانی کا نام ہے تو ان حضرات کا وجود ان کی تفسیر ہے۔

(۵) حضور اکرم ﷺ کے اقوال مبارکہ میں دیکھا جاسکتا ہے کہ جب آپ سے کوئی سوال کیا گیا تو بہت جامع اور مختصر جواب عطا فرمایا، جس کے بعد بحث کرنے اور سوال در سوال کرنے کی گنجائش نہ رہے۔

(۶) آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ایسے الفاظ نہیں سنے گئے جو پہیلی اور چیستاں کی طرح کئی معانی پر مشتمل ہوں، اور جس کو کئی مطلب پہنائے جاسکتے ہوں یا جس پر معاذ اللہ خلاف واقعہ ہونے کی پرچھائیں بھی پڑی ہو، صداقت آپ کی پہچان تھی، نبوت سے پہلے ہی آپ کو لوگوں نے صادق اور امین کا لقب دیا تھا، آپ کی زبان مبارک کو پیغمبری سے پہلے صداقت بیانی کا تمغہ مل چکا تھا، چنانچہ قریش بلا کسی استثناء کے سب کے سب آپ کو سچا مانتے تھے بلکہ اسلام کی دعوت دینے سے قبل جب آپ نے بطور شہادت یہ کہا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم یقین کرو گے جس کے جواب میں پوری قوم نے آپ کی صداقت کی نہ صرف گواہی دی بلکہ یہ کہا کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ صادق و امین دیکھا اور پایا ہے، مگر جب اسلام کی دعوت دی تو یک بیک لوگوں نے من گھڑت بات کرنے کی تہمت لگائی اور حضور اقدس ﷺ کی نبوت کا انکار کیا، اگر ان لوگوں نے آپ کی زندگی میں کبھی کذب بیانی کا تجربہ کیا ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے نبوت کا اعلان کرنے سے پہلے

بھی فلاں اور فلاں بات غلط کہی تھی، مگر ان لوگوں کو کوئی ایسی بات نہیں ملی، جس کے متعلق وہ حضور کے دامن صداقت پر دھبہ لگا سکتے اور اگر خدا نخواستہ ان کے پاس کوئی بات ہوتی تو اس موقع پر جبکہ وہ اپنی جانوں کی بازی لگائے ہوئے تھے یہ اعلان کر سکتے تھے کہ اس شخص نے فلاں موقع پر بھی غلط بات کہی تھی، مگر کبھی ایسا تجربہ نہیں ہوا — اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی صداقت وامانت پر کوئی حرف گیری نہیں کرسکتا تھا، اور جو بھی آپ نے فرمایا وہ سچ فرمایا، اور قرآن کریم نے اسی کی تصدیق کی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۞ (النجم — ٤)

اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں ان کا ارشاد نری وحی ہے، جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

(۷) آپ ﷺ کے ارشادات میں مختصر بیانی اور جامعیت پائی جاتی تھی، اور یہ خاص صفت تھی کہ آپ باتوں کو فضول طول دینے اور غیر متعلق الفاظ استعمال کرنے سے پرہیز فرماتے، اگر کسی ضرورت کا اظہار فرماتے تو ایک دو لفظ میں پوری بات کہہ دیتے، نصیحت فرماتے تو ایک اشارے سے کام لیتے۔ ہاں جب کوئی مثال دینا ہوتا کہ بات لوگوں کے دماغوں میں بس جائے اور دل قبول کرلے اور لوگ اس پر عمل کرنے لگیں تو حسب موقع مثالوں سے اور حکایتوں سے کام لے لیا کرتے تھے،

چنانچہ سلیمان الاقیدس نے ''الامثال فی کلام النبیؐ'' کے نام سے ایک مجموعہ مرتب کردیا ہے۔

(۸) حضور سرورکائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی گفتگو فصیح الفاظ پر مشتمل ہوتی، جوفرماتے واضح بات فرماتے، مختصر بات فرماتے، معانی اس کے بہت گہرے ہوتے، لیکن الفاظ بہت مختصر ہوتے اسی کو ''جوامع الکلم'' کہا گیا ہے۔ علامہ عبدالرحمٰن بن شہاب الدین بغدادی دمشقی جو ابن رجب کے نام سے مشہور ہیں اور جو امام ابن قیم کے شاگرد تھے انہوں نے ''جامع العلوم والحکم'' کے نام سے دو جلدوں میں پچاس حدیثیں جمع کردی ہیں جو ''جوامع الکلم'' پر مشتمل ہے، جن کے بارے میں شیخ عبدالقادر حجازی نے جو اشعار کہے ہیں اس کا پہلا شعر یہ ہے :

هذا كتاب لو يباع بوزنه

ذهبا لكان البائع مغبونا

یہ وہ کتاب ہے کہ اگر کوئی اس کو سونے کے وزن پر بیچے تو بیچنے والا گھاٹے میں رہے گا۔

چوتھا رخ حسن عمل :

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بے شمار انبیائے کرام مبعوث کئے۔ مصلحین پیدا ہوئے، اور اللہ کے ایسے بندے بھی ہوئے، جن کے کسی

کارنامہ کو دنیا نے ہمیشہ یاد رکھا، اور وہ اپنے ایک ہی کارنامہ کی بناء پر تاریخ انسانی کا جزء بن گئے۔ ہمارے حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ایک نہیں بے شمار کارنامے ایسے نظر آتے ہیں جن سے تاریخ بشریت کی جبیں روشن ہے، صرف چند کارناموں کو ہم بطور مثال کے پیش کرتے ہیں۔

(ا) کردار کی بلندی اور سلامت فکر :

اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے ذریعہ سے انسان کو ایسا دین ملا ہے جس نے اس کے دل و دماغ میں بسے ہوئے قدیم عقائد و اوہام کو دھو دیا، ایک اصولی بات یہ ہے کہ جو عقیدہ اور تصور انسان کو اپنے آبا و اجداد سے ملتا ہے، ماحول میں جس کی پرورش ہوتی ہے اس کے اثرات کبھی دل سے زائل نہیں ہوتے، علوم فلسفہ کبھی ایسی راہ دکھاتے ہیں جس سے انسان اپنے آبائی عقیدہ سے باغی ہو جائے مگر پھر بھی دماغ کا وہ سانچہ جو ماں کے دودھ کے ساتھ اس کو دیا گیا ہے اس سے کلیۃً کوئی پہلو تہی نہیں کرسکتا۔ مگر آپ ﷺ کا یہ کمال تھا کہ ایک دو نہیں سینکڑوں کی تعداد میں بہت سخت قسم کے مشرک اپنے آبا و اجداد کے دین پر سختی سے قائم رہنے والوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا، اور وہ اپنے آباء واجداد کے مذہب کو چھوڑ کر بلکہ نفرت کر کے الگ ہو گئے۔

(۲) آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والے دوقسم کے لوگ تھے ، ایک وہ جو آپ کے عادات وخصائل، کرم ومحبت ، شفقت و عنایت کی دل سے قدر کر رہے تھے اور آپ کی ہر ادا پر جان دینے کے لئے تیار تھے اور دوسرے وہ لوگ تھے جو خوفزدہ تھے اور ایک قدرتی ہیبت ان کے دل پر چھائی ہوئی تھی ، دونوں گروہوں کے معیار الگ الگ تھے اور ان کی طبیعتیں جدا تھیں ، سوچنے سمجھنے کا انداز مختلف تھا، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ دونوں آپ کی طاعت وفرمانبرداری پر متفق تھے اور اس طریقہ سے دین کے پھیلنے اور پیغام الٰہی کے عام ہونے کا سبب آپ ﷺ کی ذات گرامی تھا۔

(۳) جو دین آپ لے کر آئے اس میں نہ تو غلو تھا نہ کوتاہی بلکہ درمیانی درجہ کا معیار تھا اور ''خیر الأمور أوسطها'' کا معیار آپ کے تمام معاملات پر چھایا ہوا تھا، عدل اور انصاف کے پل صراط سے کبھی آپ کے پائے مبارک کو لغزش نہیں ہوئی آپ پر جو قرآن کریم نازل ہوا اس میں اللہ کو پکارنے ، دعا اور ذکر کرنے میں آواز کی بلندی اور پستی کے متعلق ایک اصولی بات بتائی گئی :

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا	اور اپنی نماز میں نہ تو پکار کر پڑھئے
تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ	اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھئے

ذٰلِکَ سَبِیْلاً ۔	اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ
(بنی اسرائیل — ۱۱۰)	اختیار کر لیجئے۔

یہی توسط اور اعتدال، سختی اور نرمی کے بیچ کی راہ ہمیشہ آپ ؐ کو پسند رہی اور مکمل دین جو آپ لے کر آئے اس میں نہ تو غلو اور نہ اسراف ہے اور نہ کوتاہی اور تقصیر، نہ تو یہ کہا گیا کہ رات دن عبادت کرتے رہو، ہر دن روزے رکھتے رہو یا گھر میں جو کچھ ہے سب اللہ کی راہ میں لٹا دو اور نہ یہ کہا گیا کہ وقت مقررہ پر فرائض کی ادائیگی نہ کرو جو مقدار صدقات کے لئے طے کر دی گئی ہے، اس قدر زکوٰۃ اور صدقات نہ دو :

وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوا لَمْ یُسْرِفُوا وَلَمْ یَقْتُرُوا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَاماً ۔	اور (اطاعت مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال ہوتا ہے۔
(الفرقان — ٦٧)	

اور احادیث نبویہ میں ایک جگہ نہیں بار بار کہا گیا ہے کہ دین سے کشتی نہ لڑو ورنہ تم کو بچھاڑ دے گا اور گھوڑے کو اتنا تیز نہ بھگاؤ کہ تم منزل تک نہ پہنچ سکو اور گھوڑا بھی مرجائے ، بلکہ درمیانی راہ چلو، راتوں کو اٹھو، عبادت کے لئے

ایک تہائی یا اس سے کم پر اکتفا کرو۔ غرض یہ کہ سیرت پاک اعتدال اور جامعیت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے بارے میں مشہور ہے کہ آپؑ نے فرمایا تھا کہ "اگر کوئی شخص تم کو تھپڑ مارے تو اپنے چہرہ کا دوسرا رخ بھی اس کے سامنے کردو کہ اور مار لے" یا بنی اسرائیل کی طرح بھی عمل نہ کرو جن کے یہاں تعلیم تھی کہ "اگر تم کو کوئی گھور کر دیکھے تو اس کی آنکھ نکال لو"۔ نبی کریم ﷺ جو دین لے کر آئے اس میں صبر کی تلقین بھی ہے، برداشت وتحمل کی دعوت بھی ہے اور دین پر اگر آفت آئے تو جان دینے اور جان لینے کی تعلیم بھی ہے، اور یہی اعتدال اور توسط پسندی دین کی روح ہے۔

(۴) آپ نے اپنے ساتھیوں کو نہ دنیا طلبی میں مائل کیا اور نہ ترک دنیا کی دعوت دی بلکہ اعتدال پسندی کو حقیقی معیار بتایا اور ارشاد فرمایا کہ:

خیر کم من لم یترک دنیاہ لآخرتہ ولا آخرتہ لدنیاہ ولکن خیر کم من اُخذ من ھذا وھذا۔	تم میں بہتر شخص وہ ہے جو دین کی خاطر دنیا کو نہ چھوڑے اور نہ دنیا کی خاطر دین کو خیر باد کہے بلکہ بہتر آدمی وہ ہے جو اس میں سے بھی لے اور اس میں سے بھی لے۔

حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات فرد، جماعت، حکومت، ہر ایک کے لئے تسلیم شدہ پیمانہ ہے، اور رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے :

نعم المطية الدنيا فارتحلوها تبلغكم الآخرة ۔ دنیا بہترین سواری ہے اس پر چڑھ کر راستہ طے کرو تو وہ تم کو آخرت تک پہنچا دے گی۔

اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اگر کھیتی نہ ہو تو غلہ کہاں سے ملے گا، درخت نہ ہوں تو میوے کہاں سے ملیں گے اور دنیا کی مثال زراعت کی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کس طرح پھل یا غلہ حاصل کرسکتا تھا، دین کا مقصد صرف یہ ہے کہ دنیا کو برتنے کا صحیح طریقہ بتایا جائے تاکہ اللہ کی تمام مخلوق اس سے مستفید ہو۔ قرآن کریم اور سیرت پاک میں انکار نہ تو جسم کی اہمیت کا ہے اور نہ روح کا۔ دوسرے مذاہب کی تعلیم یہ ہے کہ جسم کو اس درجہ ہلاک کرو کہ روح ابھر آئے ع

جل گیا مزرع ہستی تو اُگا دانۂ دل

وہ لوگ جسم کو روح کا قید خانہ سمجھتے ہیں کہ جب تک جسم رہے گا روح اپنا جلوہ نہیں دکھا سکے گی۔ مگر اسلام نے جو تعلیم دی ہے اس میں جسم روح کا کار خانہ ہے۔ (قید خانہ نہیں ہے) روح کا وجود جسم کے بغیر ظاہر نہیں ہوسکتا۔

(۵) دینی تقاضوں اور نازل شدہ احکام شریعت کی فکر اور اس کو عمل میں لانے کے لئے بے چینی آپ ﷺ کی خصوصیت تھی اور افراد امت کو آپ بتاتے رہتے تھے کہ کن عبادتوں کا ان کو مکلّف کیا گیا ہے اور ان کے لئے کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے۔ کیا مباح ہے اور کیا ممنوع ہے۔ کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے۔ معاہدوں، معاملات اور شادی بیاہ کے مسائل کو اتنی باریک بینی کے ساتھ سمجھایا جس میں کسی فرد کا نقصان نہ ہو اور ہر ایک کو اس کا حق ملے، شریعت اسلامیہ میں معاشرتی قوانین اور اخلاقی ضابطوں کا اتنا اہتمام ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اہل کتاب بہت سے معاملات میں اور خاص طور سے میراث کی تقسیم میں ان اصولوں کو اپنائے رہے جو اسلام کی خصوصیت ہے اور اسلام نے اس کو پوری قوت کے ساتھ عالم میں پھیلایا تاکہ کسی مرد یا عورت کا اخلاقی یا دینی یا معاملاتی نقصان نہ ہونے پائے، اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ان احکام کو سن رہے ہیں ان کا فرض ہے کہ ان لوگوں کو اللہ کا حکم اور رسول کی شریعت بتادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، اور براہ راست حضور اقدس ﷺ سے تعلیم نہیں حاصل کر رہے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

بلغوا عنی ولا تکذبوا علیّ فرب مبلغ أوعی من سامع و رب حامل فقه إلی من هو أفقه منه ۔

احکام شریعت کو ہم سے حاصل کر کے لوگوں کو بتاؤ اور غلط بیانی نہ کرو، بہت سے لوگ جن کو احکام کی اطلاع دی گئی وہ زیادہ سمجھداری کا ثبوت دیتے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو سن رہے ہیں، مسئلہ و مسائل دوسروں کو بتانے والوں سے وہ شخص بسا اوقات زیادہ سمجھداری کا ثبوت دیتا ہے جس تک پیغام پہنچانے کی ہدایت کی جاتی ہے کہ شریعت کے حقیقی احکام پر عمل کریں، اور جن باتوں کی تنبیہ کی گئی اور جن سے روکا گیا ہے ان سے رک جانا معاہدہ کرنے والے کا اخلاقی، انسانی، ایمانی فرض ہے، جہاں تک اللہ تعالیٰ کی حقیقت ذات کا تعلق ہے یہ علم کلام کے مباحث ہیں ان میں دماغ پاشی کا کوئی حاصل نہیں ہے بقول شیخ سعدیؒ کے :

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم
کہ دہشت گرفت آستینم کہ قُم

یعنی حقیقت ذات الٰہی کو سمجھنے کے لئے سیکڑوں راتیں سوچ وفکر میں گزار دی، بالآخر حیرت زدگی نے آستین پکڑ کر کہا کہ اٹھ جاؤ۔ یعنی زیادہ مت سوچو، ہاں ضروری امر یہ ہے کہ وہ امور جن کا تعلق حلال وحرام، جائز و ناجائز، احکام یا اس کی ممانعت سے ہے اس کی فکر کی جائے۔

(۶) آپ ﷺ کا جہاد کے لئے تیار رہنا اور پائے ثبات کو مطلقاً جنبش نہ ہونے دینا آپ کی ان خصوصیات میں ہے جس کی نظیر کہیں اور نہیں

ملتی، صورتحال یہ تھی کہ چاروں طرف سے دشمنوں کا گھیرا تھا اور ہر شخص آپ کے خون کا پیاسا تھا اور آپ کے پاس اپنے دفاع کا کوئی سامان نہیں تھا، سوائے اللہ پر بھروسہ کے کوئی مددگار نہیں تھا، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت پر آپ کو مکمل یقین تھا کہ اللہ اپنے کلمہ کو بلند کر کے رہے گا اور حق اپنی سربلندی ثابت کر کے رہے گا، باطل کو ایک نہ ایک دن گرنا ہی ہے اور اس کی چمک دمک چند لمحات کی مہمان ہے۔

(۷) جنگوں کے مواقع پر آپ کی ایک طرف حکمت عملی، سنجیدگی، پامردی، صبر اور یقین کے ساتھ جوش عمل، اللہ کی طرف سے کامیابی پر یقین اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی کہ کونسی وہ طاقت ہے جو ان خطرناک مواقع پر آپ کا سہارا بنی ہوئی ہے۔ غزوۂ حنین کے موقع پر جب کہ آپ کے بہت سے ساتھی ہمت ہار گئے، آپؐ اتنے بڑے معرکہ میں تن تنہا مقابلہ کر رہے تھے اور صرف آپ کے اہل بیت اور اصحاب میں نو آدمی رہ گئے تھے، اس عالم میں آپ کا پکار پکار کر یہ کہنا — أنا النبی لا کذب أنـا ابـن عبـد الـمطلب — پھر ہمت ہارے ہوئے اور میدان سے بھاگے ہوئے سپاہیوں کا واپس آنا اور ایک ایک کر کے سب کا اکٹھا ہو جانا کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر آپ کی پشت پناہی کی، غیبی مدد عطا فرمائی، جب آپ نے یہ آواز دی أنـا النبی لا کذب تو وہ

لوگ اس آواز پر کھینچ کھینچ کر آنے لگے اور حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ حضرت ابو طلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر تلوار لٹکائے موجود ہیں اور کہنے لگے کہ اے لوگو تم کس بات سے گھبرا گئے، پھر حضرت ابو طلحہ سے کہا کہ میں نے اپنے سامنے سمندر پایا اور دیکھا کہ گھوڑا سست رفتاری سے چل رہا ہے مگر کوئی گھوڑا اس کے آگے نہیں بڑھا۔ یہ سب جو راویوں نے بیان کیا ہے اور مغازی کی کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ جمع ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو اس بات پر یقین تھا کہ اسلام کو اللہ تعالیٰ تمام مذاہب پر غلبہ عطا فرمائے گا۔

لیظھرہ علی الدین کلہ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔

اور جیسا کہ حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''زمین میرے لئے لپیٹ دی گئی میں نے اس کے مشرق و مغرب دونوں کنارے دیکھ لئے اور زمین کے جتنے حصے ہمیں دکھائے گئے وہاں میری امت کے لوگ پہنچیں گے بعد میں دنیا نے تصدیق کر دی کہ آپ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ حرف بہ حرف صحیح تھا۔

(۸) آپ ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ گھر میں کوئی چیز باقی نہ رہ گئی تھی اور جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے اس وقت آپ کی زرہ بھی

ایک یہودی کے یہاں ایک صاع جو پر رہن رکھی ہوئی تھی، یہ وہ ذات گرامی تھی جو پورے جزیرۂ عرب کی مالک تھی، وہاں کے بڑے بڑے مالدار اور علاقوں کے سردار اس بات کے منتظر تھے کہ آپ کوئی حکم دیں جس کی وہ تعمیل کریں، آپ نے ان سے ایک درہم یا دینار کبھی نہیں لیا، غذا آپ کی بہت معمولی اور لباس بہت ہی موٹا جھوٹا تھا اور دوسروں کے لئے اچھی سے اچھی زمین اچھا مکان، رہائش کا سامان آپ کے اشارہ پر ملتا رہا مگر خود آپ نے اپنی ذات کے لئے یا اپنے خاندان کے افراد کے لئے ایک لقمہ بھی قبول نہیں فرمایا اور نہ کپڑے کی ایک دھجی لی۔

حضور اکرم ﷺ کے یہ فضائل جو سخن آفرینی سے پاک حق پسندی کا آئینہ ہیں، آپ کی نبوت کی صداقت کو ہمیشہ بتاتے رہیں گے اور یہ اعلان کرتے رہیں گے کہ بے شک اس سیرت کاملہ کا انسان مستحق ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں براہ راست اور ہمیشہ نازل فرماتا رہے اور اس کے فرشتے نذرانۂ عقیدت بصورت صلوٰۃ وسلام پیش کرتے رہیں اور اہل ایمان کو حکم دیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری اور رسول کریم ﷺ کی محبت میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے رہیں۔ اس درود وسلام کو پیش کرنے کا موقع اور مناسب وقت کیا ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں ان کو بہتیرے علماء اور صالحین نے بیان کیا ہے۔ ان میں

ابن القیمؒ بھی ہیں جو توحید میں ذرا بھی ڈھیلا پن برداشت نہیں کر سکتے تھے بلکہ وہ ایک حلقہ میں بدنام ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے ان کا تعلق اتنا گہرا اور نازک نہیں ہے جتنا دوسرے مشائخ کا رہا ہے۔ آئندہ اوراق میں ان کی جمع کردہ احادیث کی روشنی میں درود و سلام کے فضائل پیش کئے گئے ہیں۔

تقبل الله منا ومنكم صالح الأعمال وإنما الأعمال بالنيات، ولا حول ولا قوة إلا بالله و سلام الله على رسول الله أولاً و آخراً۔

آداب وفضائل درود وسلام

درود وسلام کے فضائل

وبرکات اور اجرو

حسنات پر مشتمل

مستند احادیث نبویہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ
عَلَى النَّبِيِّ ، يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيْماً ☼

(الاحزاب – ٥٦)

خطبہ عبد الرحمٰن بن الملّوح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ الْمُصْطَفٰی، وَنَبِیُّهُ الْمُرْتَضٰی، وَرَسُوْلُهُ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ الَّذِیْ لَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی ارسله الله رحمة للعالمین، ومحجّة للسالکین، و حجة علی العباد اجمعین – اشرقت برسالته الارض بعد ظلماتها وتالفت به القلوب بعد شتاتها وسارت دعوته سیر الشمس فی الاقطار ، وبلغ دینه مابلغ اللیل والنهار — (۱)

(۱) یہ خطبۂ افتتاح شیخ عبد الرحمٰن الملّوح صاحب دار الوسیلہ نے "المنتقیٰ من جلاء الافہام" کے مقدمہ میں لکھا ہے عام طور سے اس طرح کے خطباتِ افتتاح کا ترجمہ نہیں کیا جاتا کیونکہ اتنا ہر شخص اجمالاً جانتا ہے کہ ان خطبات کا مفہوم اللہ کی حمد و ثنا اور رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنا ہوتا ہے۔ مگر راقم کو اس خطبہ کے اندر ایک خاص نورانیت

کی جھلک ملی، اس لئے اپنے ان بھائیوں کے لئے جو عربی زبان نہیں سمجھتے، مگر ذوق و عقیدت میں ہزاروں سے بلند ہیں، ان کی خاطر ان الفاظ کا ترجمہ لکھ رہا ہوں۔ (ع ع ن)

''حمد سراپا اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے، جس نے ناخواندہ لوگوں کے درمیان انہی میں سے ایک پیغام رساں بھیجا کہ وہ اپنے لوگوں کو آیات خداوندی پڑھ کر سنائے، ان کے دلوں کو پاک کرے، اور ان کو علم و حکمت کی باتیں سکھائے، اگرچہ یہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں پڑے تھے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے خاص منتخب کردہ بندے اور ان کے پسندیدہ نبی ہیں، اللہ کے رسول، اللہ کی باتیں سچ سچ بے کم و کاست بتاتے رہے، اور لوگ ان کی سچائی کو تسلیم کرتے رہے، اور دنیا اس بات کی شاہد ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے جو بات نکلی اس میں کسی خواہش کا دخل نہیں تھا، بلکہ انہوں نے وہی فرمایا جو اللہ نے ان سے کہلایا اور وحی کے ذریعہ بتلایا۔ اللہ نے ان کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، راہ حق کے متلاشی انسانوں کے لئے رہبر بنا کر بھیجا، ان کا ہر عمل حق و صداقت کا معیار ہے، اس وقت جو دنیا میں تاریکیاں پھیلی ہوئی تھیں آپ کے نور سے کافور ہو گئیں، انسانوں کے قلوب جو ایک دوسرے سے جدا اور پھٹے پھٹے تھے وہ جڑ گئے اور ان کی پیش کردہ دعوت ایسی پھیلی جیسے آفتاب کی کرنیں، اور ان کا لایا ہوا دین عالمِ انسانیت کے چپے چپے اور گوشے گوشے میں پھیل گیا، جہاں بھی رات اور دن کا گزر ہو سکتا ہے''۔ (انتہیٰ)

تضمین بر شعر حضرت جامی

زمہجوری بر آمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم(۱)

منم رسوا حقیر و بے نوایم ۞ فگندہ سر ز انبار گناہم

مگر در لحن جامی می سرایم ۞ زمہجوری بر آمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

بہ عصیاں ریختم من آبرویم ۞ نہ صبحم رونقے دارد نہ شامم

بایں درماندگی مدح تو خوانم ۞ زمہجوری بر آمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

کجا سوز دل پروانہ یابم ۞ کجا نقش رہ خاصاں بیارم

مگر شاہا بہ الطاف تو نازم ۞ زمہجوری بر آمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

توئی سرمایۂ دنیا و دینم ۞ پناہ ایں جہان و آں جہانم

توئی آقا و مولا و یارم ۞ زمہجوری بر آمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

جہانم تیرہ گشت و تیرہ راہم ۞ بہ رویت از خدا اشراق خواہم

پناہ بیکساں امید دارم ۞ زمہجوری بر آمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

---

(۱) یہ تضمین ''المجیب'' پھلواری شریف کے دور اول میں شائع ہوئی تھی۔

ذات رسالت مآب ﷺ سے حضرت جامیؒ کا عشق و تعلق اور اس میں ڈوبی ہوئی ان کی فارسی نظم نے نہ معلوم کتنے سرد اور بے جان دلوں کو عشق نبویؐ کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ یہ وہ نازک مقام ہے جس کی بلندیاں عرش کو چھو رہی ہیں۔ مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس صاحب ندوی پروفیسر جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ نے ''زمہجوری برآمد جان عالم'' کی چنگاری سے درلحن جامی سرایم کا یہ تحفۂ عشق بارگاہ رسالت میں پیش کیا ہے۔ حضرت مومن دہلوی کو بعد وفات کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا گزری۔ فرمایا کہ ''میں نے حضرت شاہ عبد العزیز (محدث دہلوی) کا مرثیہ لکھا تھا جس پر بخشش ہوگئی۔

از : محمد مسعود شمیم — ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

منقول از : مجلّہ ''جریدۃ الاشرف'' کراچی

صولتیہ نمبر جولائی اگست ۱۹۹۱ء

باب اول

درود وسلام بحق خیر الانام ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

درود وسلام بحق خیر الانام ﷺ

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں نذرانۂ صلاۃ وسلام پیش کرنا ایمان کی علامت اور رشد و ہدایت کی کنجی ہے، اس کے فوائد بے شمار اور اس کے فضائل علماء اور مشائخ کے ہر طبقہ میں تسلیم شدہ ہیں، یہی نہیں بلکہ اسلام اور قرآن پر ایمان لانے والا اور کعبہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرنے والا کوئی فرد بھی اس معاملہ میں اگر کوتاہی کرے تو وہ ہر لحاظ سے محروم اور رحمت خداوندی سے مردود اور مطرود قرار دیا جائے گا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مجلس میں میرا نام لیا جائے اور میرا ذکر ہو اس پر بھی کوئی صلاۃ وسلام نہ پڑھے تو اس کا ظلم ہوگا جو ناقابل بخشائش ہے۔

۱ — حضور اکرم ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنے کے منافع بے شمار ہیں "جلاء الافہام" کے مؤلف محمد بن ابی بکر بن ایوب المعروف بابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ) نے درود پاک کے ورد کو عبادت قرار دیا ہے اور حافظ سخاوی

نے اپنی کتاب "فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" صفحہ ۴۳ پر ان اسباب کونمبر وار ذکر کیا ہے جو حسب ذیل ہے :

(۱) اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری۔

قرآن کریم میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ پر صلاۃ وسلام پڑھو صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً ۞ پوری آیت شکر نعمت کے طور پر دوبارہ نقل کی جاتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ، يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً	بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبرؐ پر، اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(الأحزاب — ٥٦)

لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا حکم خداوندی کی تعمیل ہے، اور اس سے روگردانی کرنا اس امر کی مخالفت اور انکار ہے۔

(۲) درود پڑھنے والے کی حق تعالیٰ جل شانہ' کے عمل سے موافقت ہے خواہ دونوں درودوں کے مفاہیم مختلف ہیں۔

(۳) ملائکہ ربانی کے عمل کی تقلید کرنا ہے۔

(۴) درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ کی دس مرتبہ رحمتیں نازل ہوتی ہیں ان کا حصول۔

(۵) دس درجہ اللہ اس کے درجات کو بلند کرتا ہے۔

(۶) اس کے لیے دس حسنات لکھے جاتے ہیں۔

(۷) اس کے دس گناہ بخشے جاتے ہیں۔

(۸) دعا کرنے والا اگر درود پہلے پڑھ لے تو دعا کی قبولیت کی توقع بڑھ جاتی ہے کیونکہ درود رب العالمین کے حضور دعاء کو پیش کر دیتا ہے۔

(۹) درود پڑھنا قیامت کے دن باعث شفاعت ہے۔اسی طرح درود کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وسیلہ عطا ہونے کی دعا کی تو یہ طلب بھی باعث شفاعت ہوگی۔

(۱۰) یہ گناہوں کے بخشے جانے کا سبب ہے۔

(۱۱) درود ذریعہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ درود پڑھنے والے بندہ کی ضرورتیں پوری کرے۔

(۱۲) قیامت کے روز درود رسول اللہ ﷺ سے قریب کر دے گا۔

(۱۳) درود کا درجہ اس صدقہ کے برابر ہے جو کسی کو تنگ حالی میں دیا جائے۔

(۱۴) قضائے حاجت کا سبب ہے۔

(۱۵) درود سبب بنتا ہے کہ درود پڑھنے والے پر اللہ کا کرم ہو اور وہ فرشتوں کی دعائیں پاتا رہے۔

(۱۶) درود شریف کا پڑھنا درود پڑھنے والے کے مال اور جان کو پاک کرتا ہے۔

(۱۷) درود مرنے سے پہلے جنت کی بشارت دیتا ہے۔

(۱۸) قیامت کی ہولناکیوں سے نجات دیتا ہے۔

(۱۹) درود ذریعہ بنتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کے حق میں اللہ کی رحمت طلب فرمائیں۔

(۲۰) درود بھولے بسرے گناہوں کا جو کبھی زندگی میں پیش آئے ہیں کفارہ ہوتا ہے۔

(۲۱) درود جس مجلس میں پڑھا جائے وہ پاک اور برگزیدہ ہوتی ہے اور اس میں شریک ہونے والا کبھی حسرت کا شکار نہیں ہوتا ہے۔

(۲۲) درود شریف کے پڑھنے سے افلاس دور ہوتا ہے۔

(۲۳) درود پڑھنے والے کا نام بخیلوں کی فہرست سے نکال دیا جاتا ہے۔[۱]

۲ — حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ ایک بار ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں بیٹھے تھے کہ ایک صاحب[۲] آئے اور آپ ﷺ کے روبرو بیٹھ گئے اور عرض کیا:

---

(۱) جلاء الافہام لابن القیم مطبوعہ : ۱۳۹۴ھ امرتسر۔

(۲) وہ صاحب جو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر روبرو بیٹھ گئے تھے وہ بشر بن سعد تھے۔ رضی اللہ عنہ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی خدمت میں ہم سلام کس طرح پیش کریں یہ تو ہمیں معلوم ہے، لیکن یہ نہیں معلوم کہ آپ کی خدمت میں جو صلاۃ پیش کرنے کا حکم ہے اس کے الفاظ کیا ہوں گے؟ اور کس طرح سے پیش کیا جائے گا، اور نمازوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحمت خاص نازل فرمائی ہے اس کو ہم کس طرح ادا کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے کہ مجھے اپنے دل میں اس کی تکلیف محسوس ہوئی (اور ایسا محسوس ہوا کہ آپ سے وہ بات پوچھی گئی جو نہیں پوچھی جانی تھی) تو ہم نے اپنے دل میں کہا کہ کاش اس شخص نے یہ نہ پوچھا ہوتا، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گویا ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ جب تم مجھ پر درود پیش کرو تو یوں کہو: ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْأُمِّیِ، وَ عَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلَی آلِ اِبْرَاھِیْمَ ..... ''۔ [1]

(۳) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت کعب بن عجرہؓ ملے اور کہنے لگے کہ کیا میں تم کو ایک بڑا تحفہ نہ دوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ پر ہم کیسے سلام بھیجیں۔ ہمیں یہ بتا دیا جائے کہ ہم آپ پر کس طرح صلاۃ عرض کریں فرمایا:

---

(۱) مسند احمد ۴ / ۱۱۹ – الحاکم فی المستدرک ۱ / ۲۶۸ – حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور الذہبی نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے۔

کہو : اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم ، انک حمید مجید، اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید ۔[1]

(۴) حضرت ابوحمید الساعدیؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا: کہ اے اللہ کے رسول ! ہم آپ پر کن الفاظ میں صلاۃ پیش کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہو: ''اللھم صل علی محمد و أزواجه و ذریته کما صلیت علی آل ابراھیم وبارک علی محمد وازواجه وذریته کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید''[2] ۔

(۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یہ تو سلام کا طریقہ ہوا جو ہم کو معلوم ہے، مگر آپ پر صلاۃ (درود) کیسے پڑھیں؟ فرمایا: کہو اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک، کما صلیت علی ابراھیم و بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم[3] ۔

(٦) حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں

(ا) بخاری – الفتح – ۱ /٦٣٥٧ – مسلم – ٤٠٦-
(۲) بخاری – الفتح – ١١/٦٣٦٠ – النسائی – ٤٩/٣ – ابن ماجه – ٩٠٣-
(۳) أحمد – ۱ /١٢٦ – النسائی – ٣ /٤٨-

نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ ارشاد ہوا : اللھم صل علی محمد و علی آل محمد ، کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید، وبارک علی محمد و علی آل محمد ، کما بارکت علی آل ابراھیم ، انک حمید مجید ۔

اور نسائی کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی آپ پر کیسے ہم درود بھیجیں؟ ارشاد فرمایا : کہو : اللھم صل علی محمد و علی آل محمد، کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید و بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید [1]

(۷) حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کس طرح آپ پر درود بھیجیں ، فرمایا : دعائے رحمت کرو اور پوری توجہ اور کوشش سے یہ کام انجام دو اور کہو : اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔[2]

---

(۱) مسند احمد ۱۹۹/۱ – نسائی ۳/ ۴۸-

(۲) مسند احمد ۱۹۹/۱ – نسائی ۳/ ۴۹ -

(۸) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو بہت اچھے طریقہ سے (سلیقہ اور ادب کے ساتھ) آپؐ کی خدمت میں درود پیش کرو۔ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ کیا تعجب ہے کہ تمہارا صلاۃ وسلام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے تو انہوں نے کہا کہ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہی بتائیے (کس طرح صلاۃ وسلام پڑھیں) اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہو : اللھم اجعل صلوتکَ ورحمتکَ وبرکاتک علی سید المرسلین و اِمام المتقین و خاتم النبیین محمدٍ عبدک و رسولک، امام الخیر و قائد الخیر ، و رسول الرحمة ، اللھم ابُعثهُ مقاما محمودا یغبطهُ به الاوّلون والآخرون، اللھم صل علی محمد و علی آل محمد، کما صلیت علی ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید [1]

ضرورت ہے کہ اس حدیث کا ترجمہ کردیا جائے : حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی تعلیم کے مطابق جو الفاظ کہے گئے ہیں وہ یہ ہیں : اے اللہ اپنی اعلیٰ سے اعلیٰ رحمتیں ، برکتیں اور عقیدت مندیاں (درود)

---

(۱) ابن ماجه ص — ۹۰۶۔

اس ذات گرامی پر نازل فرما جن کو آپ نے تمام پیغمبروں کا سردار بنایا اور تمام اہل تقویٰ کا امام بنایا خاتم النبیین قرار دیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آپ کے بندے اور رسول تھے اور ہر طرح کی بھلائیوں کو بتلانے والے اور ہر نیکی کا راستہ بتانے والے رسول سراپا رحمت ہیں۔ اے اللہ ان کو قابل حمد وثنا مقام پر پہنچا دیجئے جس پر اگلے اور پچھلے سب رشک کریں اے اللہ حضرت محمد اور آل محمد پر اپنی رحمتیں نازل فرما جس طرح آپ نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائی، ساری ثنا اور ستائش کے لائق تو ہے ساری عظمتیں تیری ہیں اے میرے اللہ حضرت محمد اور آل محمد پر اپنی برکتیں نازل فرما جیسے حضرت ابراہیم اور ان کے خاندان کے افراد پر نازل فرمائی، ساری ستائش کا تو ہی مستحق ہے اور ہر قسم کی عظمتوں کا سزاوار صرف تو ہے۔

(۹) حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر سلام بھیجیں اور آپ پر درود بھیجیں یہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ ہم آپ پر کیسے سلام بھیجیں۔ آپ ہمیں بتائیے کہ کیسے ہم آپ پر درود بھیجیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ کہو: اللھم صل علی آل محمد، کما صلیت علی آل ابراھیم، اللھم بارک علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم۔

❁ ❁ ❁ ❁

باب دوم

درود شریف

کب، کن مواقع پر، اور کہاں کہاں پڑھا جائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

درود شریف

کب، کن مواقع پر، اور کہاں کہاں پڑھا جائے

(۱) نماز میں، تشہد کے آخر میں :

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ (صحابۂ رسول) ایک روز حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ پر بیٹھے تھے کہ وہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس موقع پر حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ پر درود بھیجیں، لہٰذا مجھے بتایا جائے کہ آپ پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہوگا۔ ارشاد ہوا : اللھم صل علی محمد، و علیٰ آل محمد، کما صلیت علیٰ آل ابراھیم، و بارک علی محمد و علی آل محمد، کما بارکت علی آل ابراھیم — اور جہاں تک سلام

کے الفاظ کا تعلق ہے وہ آپ سب کو معلوم ہے۔[1]

امام ابن خزیمہ نے اس حدیث میں (اپنی یاد داشت کے بموجب) یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ پوچھنے والے نے یہ پوچھا تھا ”فکیف نصلی علیک اذا نحن صلینا فی صلاتنا .... الحدیث“ یعنی ہم لوگ جب اپنی نماز میں ہوں تو حالت نماز میں کن الفاظ میں اور کس طرح آپ پر درود وسلام بھیجیں اس کے جواب میں حضور اقدس نے جو فرمایا وہ اوپر گزرا۔

حضرت فُضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا مگر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام نہیں پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے عجلت سے کام لیا (یعنی جلدی میں ثنا اور درود پڑھنا فراموش کردیا) پھر آپ نے اس کو بلایا اور اس سے اور جو دوسرے لوگ حاضر تھے ان سب سے کہا کہ تم میں کوئی شخص جب نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع کرے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اس کے بعد جو چاہے اللہ سے مانگے۔[2]

---

(۱) أحمد – ٥/ ٢٧٤ – مسلم ٤٠٥ – نسائی ٣ /٤٥، ٤٦ – ترمذی – ٣٢٢٠ – ابوداؤد ٩٨٠، ٩٨١ – ومالك فی الموطا ١/١٦٥، ١٦٦-

(۲) ابو داؤد : ١٤٨١ – ترمذی : ٣٤٧٧ – نسائی ٣ /٤٤ – أحمد ٦/١٨-

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ بغیر قرآن کریم کی آیت پڑھے اور تشہد کے الفاظ ادا کیۓ اور مجھ پر صلاۃ وسلام پڑھے نماز صحیح نہیں ہوگی۔[1]

(۲) نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد :

حضرت ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی نے انہیں بتلایا کہ نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ امام تکبیر کہے پھر اس کے بعد اپنے دل میں آہستہ آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، اس کے بعد صاحب جنازہ کے لیے مخلصانہ دعا کرے اور ان تکبیرات کے درمیان میں آیت یا دعا یا درود آواز سے نہ پڑھے بلکہ آہستہ آہستہ پڑھے (جس کو اس کا دل سنے)۔[2]

(اس حدیث کے بموجب شوافع اور مالکیہ نماز جنازہ میں تکبیر اولیٰ کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں مگر احناف کے یہاں یہ مسنون نہیں ہے۔ وہ دوسری حدیثوں کی بنا پر صرف حمد وثنا (سبحانک اللھم و بحمدک ....) پڑھتے ہیں۔

---

(۱) الفتح ۱۹۶/۱۱۔

(۲) رواہ الشافعی فی "الأم" ۲۳۹/۱ ، ۲۴۰ — المستدرک ۳۶۰/۱ — السنن الکبری ۳۹/۴ ، ۴۰ — النسائی مختصراً ۷۵/۴۔

یہی حدیث دوسری سند سے اس طرح مروی ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سعید بن المسیبؒ کو بتارہے تھے کہ نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے، دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھے اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے خلوص سے دعا کرے اور قرأت ایک ہی مرتبہ کرے (یعنی صرف پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے گا) اور آخر میں سلام پھیرے۔[1]

حضرت ابوسعید المقبری سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ہم کس طرح نماز جنازہ پڑھیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بخدا تمہیں ہم وہ طریقہ بتاتے ہیں، میں صاحب جنازہ کے گھر سے جنازہ کے ساتھ آتا ہوں جب جنازہ لا کر رکھا گیا تو میں نے اللہ اکبر کہا پھر اللہ کی حمد بیان کی (یعنی سبحانک اللہم و بحمدک الخ) اس کے بعد اس کے رسول پر درود پڑھا اور اس کے بعد یہ کہا :

اَللّٰھُمَّ اِنَّہُ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ کَانَ یَشْھَدُ أَنْ لاَ اِلٰـہَ اِلاَّ أَنْتَ ، وَأَنَّ محمداً عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ وأنت أَعْلَمُ بِہ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ محسناً فَزِدْ فی اِحسانہ، وان کان مسیئاً، فتجاوز عن سیئاتہ، اللھم لاتحرمنا أجرہ ولا تفتنّا بعدہ[2]

---

(۱) فضل الصلاۃ علی النبی ص ۷۹ - الحاکم ۳۶/۱-
(۲) عبد الرزاق فی المصنف ۶۴۲۵-

ترجمہ : اے اللہ یہ (شخص جس کا جنازہ سامنے رکھا ہے) تیرا بندہ تھا، تیرا غلام زادہ تیری لونڈی کا فرزند اور یہ ہمیشہ اس بات کی گواہی دیا کرتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، اے اللہ تو حقیقت کو جانتا ہے۔ اے اللہ اگر یہ شخص صاحب خیر ہے تو اس کے خیر میں اضافہ فرما اور اگر یہ گناہگار ہے تو اس کے گناہوں کو بخش دے اور اجر میں اضافہ فرما اے اللہ اس کے اجر سے ہمیں محروم نہ رکھ اور اس کے مرنے کے بعد ہمیں کسی فتنہ میں نہ ڈال۔

ف : ان احادیث کے پیش نظر بعض ائمہ کے نزدیک کہ جنازہ کی نماز میں درود شریف پڑھنا ایک رکن ہے، جس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوگی۔ احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں درود پڑھنا واجب نہیں ہے۔ مستحب ہے۔

ان احادیث سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ عبادتوں کی روح اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار ہے اور اس کے بغیر کوئی عبادت قابل قبول ہی نہیں بلکہ قابل ذکر بھی نہیں۔

(۳) جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں اور ان کے علاوہ ہر طرح کے خطبوں میں

حضرت عون بن ابی جحیفہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پہریداروں میں تھے اور منبر کے نیچے بیٹھتے تھے، انہوں

نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علی ایک بار منبر پر تشریف لے گئے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور فرمایا کہ اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں، دوسرے حضرت عمرؓ ہیں پھر فرمایا اللہ اپنے خیر سے جس کو چاہے نواز دے[1]۔

(اس حدیث کو نقل کرنے کا مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ منبر رسول یا کسی منبر پر کوئی خطیب اپنا کلام شروع کرتا تو اللہ کی حمد وثنا کے بعد رسول پاکؐ کی خدمت اقدس میں صلاۃ وسلام کا ہدیہ ضرور پیش کرتا)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جب نماز کے خطبہ سے فارغ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھتے، اس کے بعد یہ دعا کرتے'' اللهم حَبِّبْ الینا الاِیمانَ و زَیِّنْهُ فی قلوبنا و کره الینا الکفر والفسوق والعصیان أولئک هم الراشدون، اللهم بارک لنا فی أسماعنا وأبصارنا وأزواجنا وقلوبنا و ذرّیّاتِنا ''۔

ترجمہ : اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان کی عزت بڑھا دے، اور ہمارے دلوں کو اس کے ذریعہ سے زینت دے اور کفر وفسق اور نافرمانی کی ہمارے دلوں میں نفرت پیدا کر دے اور ایسے ہی لوگ (جن کے دلوں میں

---

(۱) أحمد فی المسند ۱/۱۰۶ -

ایمان سے محبت اور کفر سے نفرت ہے) وہی لوگ راہ حق پائے ہوئے لوگ ہیں۔اے اللہ ہمارے قوت سماعت میں برکت عطا فرما،قوت بصارت میں برکت عطا فرما، ہماری بیویوں میں برکت عطا فرما، ہمارے دلوں کو برکت سے منور کردے ہماری اولاد کو اس کا حصہ عطا فرما۔

(۴) اذان کے بعد :

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو ان الفاظ کو دہراؤ جو وہ کہہ رہا ہے، اور اس کے بعد ہمارے اوپر درود بھیجو کیونکہ جس شخص نے ہمارے اوپر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اور اس کے بعد میرے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ نعمت ''وسیلہ'' عطا فرمائے جو جنت کا درجہ ہے اور اللہ کے بندوں میں سے کوئی ایک بندہ اس کا مستحق ہوسکتا ہے اور اللہ سے تمنا رکھتا ہوں کہ میں وہ شخص بن جاؤں (جس کو نعمت وسیلہ عطا ہوئی) جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کا درجہ طلب کیا اس کو میری شفاعت کا حق ہوگیا۔[1]

(۱) مسلم ۳۸٤۔

(۵) دعا کرتے وقت :

اس کے تین درجات ہیں :

— ایک درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے کے بعد اور دعاء کرنے سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھے۔

— دوسرا درجہ یہ ہے کہ دعا کے شروع میں، درمیان میں اور آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔

— تیسرا درجہ یہ ہے کہ شروع اور آخر میں درود وسلام پڑھے اور اپنی اصل دعا کو درمیان میں رکھے۔ یعنی پہلے درود پڑھے پھر اپنے لیے دعا کرے پھر آخر میں درود وسلام پڑھے۔

ف : بعض اہل دل علماء کا کہنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دعا کو ضرور قبول فرماتا ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی جائے اور یہی صلاۃ وسلام کا مفہوم ہے تو جب شروع اور آخر میں ایسی دعا کی جائے گی جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یقیناً مقبول ہوگی تو کیا اس کی عظمت اور جلالت شان، عطا اور بخشش اور رحم وکرم سے بعید نہیں ہے کہ اول اور آخر کی دعا سن لے اور درمیان کی چھوڑ دے؟

جہاں تک پہلی شکل کا تعلق ہے کہ دعا سے پہلے حمد باری تعالیٰ کے بعد درود پڑھے، اس کی دلیل حضرت فُضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں انہوں نے کہا کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا

کہ اس نے دعا کی اور آپؐ پر صلاۃ وسلام نہیں بھیجا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص نے عجلت سے کام لیا پھر اس شخص کو اور جو اس کے ساتھ تھا اس کو بلا کر کہا کہ تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اس کے بعد جو چاہے اللہ سے مانگے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے، پھر جب میں بیٹھا تو اللہ کی حمد وثنا شروع کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھا اس کے بعد اپنے لیے دعا کی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ جو مانگتا ہے وہ تجھے دیا جائے گا، مانگ جو کچھ تجھے مانگنا ہے وہ تجھے عطا ہوگا۔[1] (سل تعطہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا) مطلب اوپر بتا دیا گیا کہ مانگ جو مانگنا ہے تیری مانگ پوری کی جائے گی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے (یہ) روایت (بھی) ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اگر اللہ سے کچھ مانگے تو اپنی دعا اس طرح شروع کرے کہ پہلے حمد وثنا پڑھے جو اللہ کے شایانِ شان ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود پڑھے اس کے بعد وہ اپنی دعا کرے تو یہ

(۱) أخرجه الترمذی - ۵۹۳۔

طریقہ حصول کامیابی اور قبولیت دعا کا مناسب ترین طریقہ ہے[1]۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو دعا کی جاتی ہے تو اس کے اور اللہ کے درمیان پردہ رہتا ہے، اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے تو وہ حجاب کٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہوجاتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ پر سلام نہیں پڑھتا تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی[2]۔

حضرت احمد بن حواری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلیمان دارانی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی کو کوئی حاجت پیش آئے اور وہ اللہ سے مانگنا چاہتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے درود پڑھے کیونکہ اللہ کی رحمت سے بہت بعید ہے کہ وہ شروع اور آخر کی دعا قبول فرمائے اور درمیان کی چھوڑ دے۔

(۶) مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب مسجد کے اندر جائے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور یہ کہے : **اللھم افتح لی ابواب رحمتک** اور جب مسجد سے باہر نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور یہ کہے : **اللھم اجرنی من الشیطان الرجیم**[3]۔ اے اللہ مجھے شیطان مردود سے محفوظ رکھ۔

---

(۱) جلاء الأفهام بتحقيق الأرناؤط - ۳۰۷۔ (۲) الترغيب والترهيب - ۳ / ۱۶۵۔ (۳) ابن خزيمة - ۴۵۲ - ابن حبان ۳۲۱ -

مسند احمد بن حنبل، ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما اپنی دادی سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت سیدۃ النساء نے فرمایا کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں اپنا قدم مبارک رکھتے تو یہ فرماتے "اللھم صل علی محمد وسلم، اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک" یعنی اے اللہ اپنی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی رسول اللہ (صلی اللہ وعلیہ وسلم) پر بھیج اور اے اللہ میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب آپ مسجد سے باہر قدم رکھتے تو اسی طرح کی دعا فرماتے۔ ہاں ایک لفظ زیادہ فرماتے کہ "اپنے فضل وکرم" کے دروازے کھول دے۔[1]

(۷) صفا اور مروہ پر :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ جب صفا پر چڑھتے تو تکبیر کہتے یعنی اللہ اکبر تین مرتبہ، تکبیر کے الفاظ یہ ہوتے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر — پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھتے اور اس کے بعد دعا کرتے اور دیر تک کھڑے ہو کے دعا کرتے

---

(۱) ابوداؤد — ٤٦٥ — ترمذی — ٣٠٤ — ابن ماجہ — ٧٧١ —
ابن السنی — ٨٧-

رہتے پھر اسی طرح جب مروہ پر پہنچتے دعا وسلام پڑھتے اور اس مقام پر بھی درود کا پڑھنا ثابت ہے۔[1]

حضرت وہب بن الاجدعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا آپ مکہ میں لوگوں کو خطاب فرما رہے تھے اس میں آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مکہ حج کی نیت سے آئے تو اس کو چاہئے کہ بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور دو رکعت مقام ابراہیم پر نماز پڑھے (اس کے آگے پیچھے اور وسط میں سب مقام ابراہیم میں داخل ہے یہاں تک کہ اگر بھیڑ کی وجہ سے وہاں کھڑا ہونا مشکل ہو تو حرم کے جس کونے میں چاہے دوگانہ پڑھ کر درود شریف پڑھے اور دعا کرے) پھر حجر اسود کو چومے (یا اشارہ سے سلام کا اظہار کرے) پھر صفا کی طرف جائے اور اس پر کھڑا ہو، بیت اللہ کا رخ کرے، سات تکبیریں کہے اور ہر تکبیر میں اللہ کی حمد وثنا بیان کرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور اپنے لیے دعا کرے پھر اسی طرح مروہ پر عمل کرے۔[2]

(۸) لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھتے اور اٹھتے وقت :

(جب کوئی مسلمان کا مجمع ہو تو جو لوگ اس مجمع میں شریک ہوں وہ سب جب مجلس ختم ہو تو آپؐ پر درود پڑھیں)۔

---

(۱) فضل الصلاۃ علی النبی لاسماعیل بن اسحاق القاضی — ۸۷۔
(۲) فضل الصلاۃ علی النبی لاسماعیل بن اسحاق القاضی — ۷۱۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ ایک جگہ اکٹھا ہوتے ہیں اور پھر متفرق ہو جاتے ہیں اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجتے تو ان کا بیٹھنا اور الگ ہونا ایسا ہی ہے جیسے کسی سڑی ہوئی بدبودار لاش کے پاس کھڑے ہوں۔[1]

ف : اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب دو چار مسلمان کہیں بھی جا کر بیٹھیں یا کسی صلاح و مشورہ کے لیے جمع ہوں یا کسی تقریب میں شریک ہوں جیسے نکاح، شادی کی تقریب ہے یا کسی میت کی تعزیت میں یا مردہ اٹھانے کے لیے جمع ہوں ہر حالت میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں صلاۃ وسلام کے دو لفظ ضرور کہنے چاہئے ورنہ ان کی بیٹھک اور ان کا منتشر ہونا ایک بدبودار سڑی ہوئی لاش کے پاس بیٹھنے اور منتشر ہونے کے مثل ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ اپنی نشست گاہ پر اس طرح بیٹھیں کہ نہ تو وہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھیں تو قیامت کے روز ان کو اس بات کی سخت حسرت ہوگی، تو اللہ تعالیٰ ان

---

(۱) ابو داؤد الطیالسی ۱۷۵۶ — والبیہقی فی شعب الایمان۔

میں سے جس کو چاہیں گے سزا دیں گے اور جس کی چاہیں گے مغفرت فرما دیں گے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایک ایسی مجلس میں بیٹھیں جس میں نہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھیں تو ان کو قیامت کے دن اس بات کی سخت حسرت ہوگی جبکہ لوگ اپنے اس عمل سے جنت میں داخل ہو رہے ہوں گے اور یہ لوگ محروم ٹکٹکی لگائے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔[2]

(۹) جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ جب میرا ذکر کریں تو چاہئے کہ اس مقام پر صلاۃ وسلام پڑھیں کیونکہ جو شخص میرے لیے ایک مرتبہ رحمت و برکت کی دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دس مرتبہ اپنی رحمت سے نوازے گا۔[3]

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب لوگ منبر کے قریب آجائیں ہم لوگوں

---

(۱) أحمد فی المسند ۲/۴٤٦ ، ٤٥٢ ، ٤٨١ ، ٤٨٤ ، ٤٩٥ — ترمذی ۳۳۸۰۔
(۲) أحمد فی المسند ۲/ ٤٦٣ — ابن حبان ۲۳۲۲ — حاکم ۱/٤٩٢۔
(۳) نسائی ص : ٦٠ — ابن السنی ۳۸۳ — بخاری فی الادب الفروص ٤٦٣۔

نے حکم کی تعمیل کی اور منبر کے قریب آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی ایک سیڑھی پر پیر رکھا اور فرمایا آمین پھر جب دوسری سیڑھی پر قدم رکھا فرمایا آمین پھر جب تیسری پر قدم رکھا تو آپؐ نے فرمایا آمین۔ جب آپ منبر سے اتر آئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے آج ایسی بات سنی ہے جو پہلے نہیں سنی تھی، (یعنی بغیر کسی دعا کے صرف آمین آپ فرما رہے تھے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل امین میرے سامنے حاضر ہوئے اور فرمایا کہ محروم رہا وہ شخص جس نے رمضان پایا اور بخشا نہیں گیا۔ تو میں نے کہا آمین۔ پھر جب دوسری سیڑھی پر پیر رکھا تو جبریل سامنے آئے اور فرمایا کہ محروم ہوا وہ شخص کہ جس کے سامنے آپ کا نام آیا اور اس نے صلاۃ وسلام نہیں پڑھا تو میں نے کہا آمین۔ پھر جب تیسری سیڑھی پر پیر رکھا تو جبریل نے کہا کہ محروم ہوا وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ کا یا ان میں سے کسی ایک کا بڑھاپا پایا اور اس نے اپنے آپ کو جنت میں داخل نہیں کیا (یعنی ان کی فرمانبرداری اور بزرگ داشت نہیں کی) تو میں نے کہا آمین۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاک آلود ہوئی اس شخص کی ناک (یعنی ذلیل ہوا وہ شخص یا اللہ اس کو ذلیل کرے) جس کے سامنے میرا نام لیا گیا ہو اور وہ

---

(۱) الحاکم فی المستدرک ۱۵۳/٤ – ۱۵٤۔

درود وسلام نہ پڑھے اور جس شخص پر رمضان کا مہینہ گزر جائے اور وہ اپنی مغفرت کا سامان نہ کرے اور وہ شخص جن کے ماں یا باپ یا ان میں سے کوئی ایک بوڑھے ہو جائیں اور ان کی فرمانبرداری اور سعادتمندی کر کے جنت میں داخل نہ ہو۔[1]

حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص بڑا ہی کنجوس ہے کہ جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔[2]

(۱۰) صبح وشام درود پڑھنے کا معمول :

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے صبح وشام دس مرتبہ درود پڑھا تو وہ قیامت کے روز میری شفاعت پالے گا۔[3]

(۱۱) نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے حاضر ہوتے وقت :

حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ حضور انور

---

(۱) ترمذی ۳۵۳۹ ۔
(۲) ترمذی ۳۵٤٦ – أحمد فی المسند ۲۰۱/۱۔
(۳) مجمع الزوائد ۱۲۰/۱۰۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب کھڑے ہیں اور آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھ رہے ہیں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے لیے دعا فرما رہے ہیں۔[1]

(۱۲) بازار جاتے وقت یا کسی محفل میں یا مجمع میں شریک ہونے کی حالت میں

حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب کسی دعوت میں یا کسی جنازہ میں شرکت کرتے ہوئے دیکھا تو یہ ضرور دیکھا کہ اُٹھنے سے قبل وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے اور دعائیں کرتے۔ اور اگر وہ بازار جاتے اور وہاں سے واپس آتے۔ اس درمیان کسی جگہ ان چیزوں سے غفلت ہو جاتی (یعنی یہ چیزیں چھوٹ جاتیں) تو بعد میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے۔ درود پڑھتے اور دعائیں کرتے۔

(۱۳) نماز عید کے موقع پر :

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوموسیٰؓ اور حذیفہؓ کے پاس ولید بن عقبہ عید سے ایک دن پہلے آئے اور ان سے کہا کہ عید کا ایک دن رہ گیا ہے اس میں تکبیر کہنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ شروع میں ایک تکبیر کہو

---

(۱) ذکرہ مالک فی المؤطا ۱/۱٦٦۔

اس سے نماز کا افتتاح کرو پھر ایک تکبیر کہو اور اپنے رب کی حمد و ثنا کرو، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو پھر اللہ سے دعا کرو اور اسی طرح دوبارہ تکبیر کے بعد ثناء، درود اور دعاء پڑھو پھر سہ بارہ۔ اس کے بعد رکوع کرو۔ حضرت حذیفہؓ اور ابو موسیٰؓ نے کہا کہ ابو عبدالرحمٰن نے سچ کہا۔[1]

(۱۴) جمعہ کے دن اور شب جمعہ کو درود پڑھنا :

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری زندگی میں افضل دن جمعہ کا ہوتا ہے۔ یہی دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہے، اور یہی وہ دن ہے جس میں ان کی روح قبض کی گئی، اور یہی وہ دن ہے جس میں روز قیامت کی کڑک ہوگی، لہٰذا ایسے دن (جمعہ) کو مجھ پر کثرت سے صلاۃ وسلام پڑھو، تمہارے صلاۃ وسلام ہم پر پیش کئے جائیں گے، صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کا جسم اطہر تو زمین کی خوراک بن چکا ہوگا (ایک روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا آپ کا جسم اطہر کہنہ ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہوگا) ایسی حالت میں آپ پر صلاۃ وسلام کیسے پیش کیا جائے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے جسد اطہر کو تبدیل کرے۔[2]

---

(۱) فضل الصلاۃ علی النبیؐ ص : ۷۵ — ۷۶۔

(۲) ابو داؤد — ۱۰۴۷ — نسائی ۳/ ۱۹ — ابن ماجہ ۱۰۸۵ ، ۱۶۳۶ — مسند أحمد ۴/۸ — حاکم فی المستدرک ۴/۵۶۰۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ اور شب جمعہ کو مجھ پر کثرت سے صلاۃ وسلام پڑھو، جس نے میرے اوپر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی دس رحمتوں سے نوازا۔[1]

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے روز کثرت سے درود وسلام پڑھو کیونکہ کوئی ایسا (محروم) نہیں ہے جو مجھ پر اس روز صلاۃ وسلام پڑھے اور وہ مجھ پر پیش نہ کیا جاتا ہو۔[2]

(۱۵) ختم قرآن کے موقع پر:

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ مواقع جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھا جائے، ختم قرآن کا وقت بھی ہے کیونکہ یہ وقت، وقت دعا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ختم قرآن کے بعد دعا پر بہت زور دیا ہے اور ان کی ایک روایت حضرت ابو الحارث سے ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے، دعا فرماتے۔ اور ختم قرآن کی ساعت اگر قبولیت دعا کی اچھی ساعت ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کی بھی سب سے زیادہ مبارک ساعت ہے۔[3]

---

(۱) رواہ البیہقی فی سننہ ۳/۲۴۹۔ (۲) رواہ الحاکم ۲/۴۲۱۔

(۳) جلاء الأفہام ص: ۳۳۰ - ۳۳۱ -

(۱۶) تلاوت کے وقت :

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے والا جب کسی ایسی آیت سے گزر رہا ہو جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے، اگر نفل نماز ہے تو اسی حال میں (نماز کی حالت میں) صلاۃ وسلام پڑھے۔[1]

حضرت ابن سنان فرماتے ہیں کہ میں نے عباس العنبری اور علی بن المدینی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ : میں نے جب حضور کا نام سنا، جس حال میں سنا، جہاں پر بھی سنا، صلاۃ وسلام پڑھا۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض ان لوگوں نے جن پر مجھے اعتماد ہے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اہل حدیث (یعنی محدثین) میں سے ایک شخص کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تم پر کیا گزری انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا یا مغفرت فرمادی، دریافت کیا کس بات پر اور کس طرح ہوئی انہوں نے کہا کہ جب میں رسولؐ کا نام لکھتا تو صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھتا، جہاں بھی لکھتا۔[3]

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر صاحب حدیث کو کوئی اور فائدہ نہیں پہنچتا سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

(۱) جلاء الأفهام لابن القیم – ص : ۳۵۵۔ (۲) جلاء الأفهام لابن القیم – ص : ۳۳۸۔ (۳) جلاء الأفهام لابن القیم – ص : ۳۳۷۔

صلاۃ وسلام پڑھیں، تو یہی بات کافی ہے کیونکہ جب تک وہ اپنی کتاب پڑھتے رہیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھی پڑھتے رہیں گے۔[1]

(۱۷) کسی مصیبت یا تنگی کے وقت یا طلب مغفرت کی ساعت میں درود پڑھنا

حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رات دوتہائی ختم ہوجاتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے اور فرماتے کہ اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، وہ جھنجھوڑ کر ہلاک کردینے والی ساعت جس کے بعد دوسری شدید ہلا دینے والی کیفیت پیدا ہوگی وہ دور نہیں ہے۔ موت اپنی شدتوں کے ساتھ آگئی، موت اپنی مشکلات کے ساتھ آگئی۔ اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر صلاۃ وسلام کثرت سے بھیجتا ہوں تو اپنے حق میں دعاء کے بعد کس حد تک آپ پر درود پڑھوں فرمایا : جیسے تمہارا جی چاہے۔ میں نے عرض کیا کہ (عبادتوں میں) چوتھا حصہ درود کا رکھوں؟ فرمایا : جو تمہارا جی چاہے اگر زیادہ کرو تو زیادہ بہتر ہے۔ میں نے کہا نصف رکھوں؟ فرمایا : جو تمہارا جی چاہے اگر زیادہ کرو تو زیادہ بہتر ہے عرض کیا میں ساری دعائیں آپ ہی

---

(۱) جلاء الأفهام ص — ۳۳۶ -

کے لیے کروں؟ فرمایا : اگر ایسا کرو گے تو تمہاری پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور تمہارے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[1]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ درود صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعائے رحمت نہیں ہے، بلکہ خود درود پڑھنے والے کے حق میں بھی دعا ہے، اس لیے فرمایا کہ جتنا چاہو درود پڑھو۔ نیز یہ کہ شدت و مصیبت کے وقت دینی معاملہ ہو یا دنیاوی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا بہترین دعا ہے اور اعلیٰ ترین درجہ قربت ہے اور یہ خود اپنی جگہ پر مقبول دعا ہے۔

(۱۸) جب کوئی شخص نکاح کا پیغام دے :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں فرمایا :

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ، يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا[2]	بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبرؐ پر، اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

اللہ تعالیٰ تمہارے نبی کی ستائش کرتا ہے اور ان کی بخشش کا اعلان

---

(۱) اس حدیث کو قاضی عیاض نے ''کتاب الشفاء'' میں انہیں الفاظ میں نقل کیا ہے۔
ترمذی – ۲۴۵۷ – مسند أحمد ۱۳۶/۵ – مستدرک ۴۲۱/۲۔

(۲) سورۃ الأحزاب – ۵۶۔

کرتا ہے اور ملائکہ کو حکم دیتا ہے کہ ان کے لیے استغفار کریں اور تم اپنی نمازوں میں اور اپنی مسجدوں میں اور عورتوں کو نکاح کا پیغام دیتے وقت درود پڑھنا نہ بھولو۔

(۱۹) درود ہر مقام پر :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اپنے گھروں کو قبر نہ بناؤ اور میری قبر کو میلہ کی جگہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود ہم پر پیش کیا جائے گا چاہے جہاں بھی رہو۔[1]

(۲۰) دعائے قنوت کے آخر میں :

حضرت عبد اللہ بن الحارث سے روایت ہے کہ ابو حلیمہ معاذ (جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں تراویح کا امام بنایا تھا) دعائے قنوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے تھے ۔ابن قیمؒ نے کہا کہ یہ بات مستحب ہے رمضان کے دعائے قنوت میں۔

(مطلب یہ ہے کہ دعائے قنوت میں درود کو شریک کرنے کا کوئی منکر نہیں ہے صرف یہ کہ رمضان میں زیادہ افضل ہے کہ دعائے قنوت میں درود پڑھا جائے)۔

❀ ❀ ❀ ❀

---

(۱) ابو داؤد – ۲۰۴۲ – مسند أحمد ۳۶۷/۲ – جامع الأصول ۴۰۷/۴۔

باب سوم

رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام کی فضیلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام کی فضیلت

شیخ الاسلام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ المالکی (م : ۵۴۴ھ) کی تصنیف ”کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ“ ایک مکمل اور مستند صحیفۂ سیرت ہے جس میں درود شریف سے متعلق وہ تمام احادیث جمع ہیں جن کو امام ابن قیم (م : ۷۵۱ھ) نے ”دلائل الخیرات“ میں جس کا پورا نام ”جلاء الأفهام فی الصلاۃ والسلام علی خیرا لأنام“ ہے، پوری احتیاط اور صحت کی شرائط کے مطابق جمع کی ہیں۔ وہ تمام احادیث جن کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھیجنے سے ہے، ان کا سرنامہ قرآن کریم کی آیت ہے۔[1]

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّونَ   بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے

---

(۱) اس سلسلہ کی احادیث میں آداب و مواقع سے متعلق جو روایتیں تھیں ان کو ”نضرۃ النعیم“ سے اوپر نقل کیا گیا، جو ”جلاء الافہام“ سے منقول ہیں۔

عَلَى النَّبِيِّ ، يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً	رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبرؐ پر، اے ایمان والوتم بھی آپؐ کے لئے دعائے رحمت کیا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔
الأحزاب – ٥٦	

جلاء الافہام میں جن صحابۂ کرام کے اسمائے گرامی درج ہیں، جن سے درود شریف کی حدیثیں مروی ہیں، ان کے نام ابن قیمؒ کی تحقیق کے مطابق حسب ذیل ہیں :

(۱) حضرت ابو مسعود الانصاریؓ (شریک غزوۂ بدر جن کو بدری کہا جاتا ہے)

(۲) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت ابوحمید الساعدیؓ

(۴) حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ

(۶) حضرت زید بن حارثہؓ (ان کو ابن خارجہ بھی کہتے ہیں)

(۷) حضرت علی ابن ابی طالبؓ

(۸) حضرت ابو ہریرہؓ

(۹) حضرت بریدہ بن الحصیبؓ

(۱۰) حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ

(۱۱) حضرت ابن مسعودؓ

(۱۲) حضرت فضالہ بن عبیدؓ

(۱۳) حضرت ابوطلحہ الانصاریؓ

(۱۴) حضرت انس بن مالکؓ

(۱۵) حضرت عمر بن الخطابؓ

(۱۶) حضرت عامر بن ربیعہؓ

(۱۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

(۱۸) حضرت اُبی بن کعبؓ

(۱۹) حضرت اوس بن اوسؓ

(۲۰) حضرت حسن بن علی بن ابی طالبؓ

(۲۱) حضرت حسین بن علی بن ابی طالبؓ

(۲۲) حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۳) حضرت البراء بن عازبؓ

(۲۴) حضرت رویفع بن ثابت الانصاریؓ

(۲۵) حضرت جابر بن عبداللہؓ

(۲۶) حضرت ابورافعؓ (مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲۷) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ

(۲۸) حضرت ابوامامہ الباہلیؓ

(۲۹) حضرت عبدالرحمٰن بن بشر بن مسعودؓ

(۳۰) حضرت ابوبردہ بن نیارؓ

(۳۱) حضرت عمار بن یاسرؓ

(۳۲) حضرت جابر بن سمرہؓ

(۳۳) حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیفؓ

(۳۴) حضرت مالک بن الحویرثؓ

(۳۵) حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدیؓ

(۳۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ

(۳۷) حضرت ابوذرؓ

(۳۸) حضرت واثلہ بن الاسقعؓ

(۳۹) حضرت ابوبکر الصدیقؓ

(۴۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ

(۴۱) حضرت سعید بن عمیر الانصاریؓ

علماء اور محدثین کے نزدیک یہ تین کتابیں مستند اور ہر لحاظ سے قابل اعتماد ہیں اس لیے ہم قاضی عیاضؒ کی تصنیف ''کتاب الشفاء'' سے

ان کی بیان کردہ احادیث کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیرؒ کا بیان ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے ''جب تم سنو کہ مؤذن اذان دے رہا ہے تو اس کے الفاظ کو دہراؤ اور میرے لیے دعائے رحمت و برکت پڑھو، کیونکہ جس شخص نے میرے لیے ایک مرتبہ دعائے رحمت کی (درود پڑھا) تو اللہ تعالیٰ نے دس مرتبہ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں اور میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرو کہ مجھے وسیلہ عطا ہو، یہ جنت کے درجات میں سب سے بڑا درجہ ہے جو اللہ کے ہر بندہ کو نہیں ملتا اور میں اللہ سے دعا کرتا اور توقع رکھتا ہوں کہ مجھ کو یہ نعمت عطا فرمائے۔ لہٰذا جس شخص نے میرے لیے اس درجہ عالیہ کی دعا مانگی تو میری شفاعت اس کے لیے حق بجانب ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دعائے رحمت کی (درود پڑھا) تو اللہ نے اس پر دس رحمتیں نازل کیں، دس گناہوں کو معاف کیا، اور دس درجے بلند کیے ـــــ اور ایک روایت میں ہے کہ '' کَتَبَ لَہُ عَشَرَ حَسَنَاتٍ '' یعنی اس کے لیے دس کارِ خیر عطا کر دیئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ

جبریل نے مجھے آواز دی اور کہا کہ آپ پر جس شخص نے ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ نے رحمتوں کے اس کو دس درجے عطا کئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جبریل امین ملے اور کہا کہ آپ کو (اے محمدؐ) خوشخبری سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس نے آپ پر سلام پڑھا اللہ نے خود اس پر سلامتی بھیجی اور جس نے آپ کے لیے رحمت و برکت کی دعا مانگی (درود پڑھا) میں نے اس پر اپنی رحمت نازل فرمائی۔ اور اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ، حضرت مالک بن اوس بن الحدثان، عبید اللہ بن ابی طلحہ، زید بن الحبابؓ سب کی مشترکہ روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے یہ کہا کہ اے اللہ محمدؐ پر اپنی رحمت نازل فرما اور قیامت کے روز اپنے قریب ترین منزل عطا فرما تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے مقدم وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر سب سے زیادہ صلاۃ وسلام پڑھنے والے ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کتاب میں میرے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کہا یا لکھا تو ملائکہ اس کے

حق میں اس وقت استغفار کرتے رہیں گے جب تک کہ اس کتاب میں میرا نام موجود رہے گا۔[1]

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس نے مجھ پر درود پڑھا تو اس کو فرشتے، رحمت کی دعا دیتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ مجھ پر درود پڑھتا رہے گا، بندہ پر ہے کہ چاہے اس کو بڑھا دے یا کم کردے۔

اور اسی طرح کی احادیث ان رواۃ سے مروی ہے جن کے اسمائے گرامی ''دلائل الخیرات'' سے نقل کیے گئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے متنوع صیغے خود احادیث نبویہ سے ثابت ہیں، ان کے علاوہ صحیح مسلم کے شارح امام نووی نے ''کتاب الاذکار'' میں بہت ہی رقت آمیز ومحبت خیز صیغے لکھے ہیں۔ امام ابن حجر العسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں جو حدیثیں اور بشارتیں نقل کی ہیں وہ بھی فضائل درود میں بیان کی جاتی ہیں، تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قادری (م ۱۱۹۱ھ) کے ساتویں جانشین اور اپنے طریقہ کے مجدد حضرت مولانا شاہ بدرالدین قادری رحمۃ اللہ علیہ (م : ۱۳۴۳ھ)

---

(۱) بریں مژدہ گر جانفشانم رواست۔

نے درود کے صیغے تصنیف فرما کران کو احزاب میں تقسیم فرمایا ہے، اس کا نام ہے " الباقیات الصالحات فی الصلوات الطیبات علی سید الکائنات" ۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے فضائل درود پر پورا رسالہ تصنیف فرمایا ہے جو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔

اس راقم روسیاہ نے چند احادیث اس لیے جمع کر دی ہیں کہ اس کے اعزہ واحباب اور فرزندان خاندان کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن پاک سے وابستگی قائم رہے، والأعمال بالنیات واللہ المستعان والسلام علی رسول الإنس والجان ۔

❀ ❀ ❀ ❀

مراجع و مآخذ

(۱) الصحیح للبخاری

(۲) الصحیح للمسلم

(۳) سنن الترمذی

(٤) سنن ابی داؤد

(۵) سنن نسائی

(٦) سنن ابن ماجه

(۷) المستدرک للحاکم

(۸) نضرۃ النعیم — صالح بن حمید

(۹) جلاء الأفهام — ابن القیم

(۱۰) الشفا للقاضی عیاض

(۱۱) مؤطا امام مالک

(۱۲) مجمع الزوائد

(۱۳) المتفرقات

تصنیفات مؤلف

(۱) چند دن دیارِ غیر میں

سفرنامہ یورپ شائع شدہ ''البعث'' دوراول—

- شائع کردہ : دارالاشاعت خانقاہ مونگیر بہار۔

(۲) دروس الاطفال (عربی)

(۳) آسان فقہ (اردو)

- یہ دونوں کتابیں ''مکتبہ دین و دانش لکھنؤ'' نے شائع کی تھی جو تقریباً ہر سال ایک دو بار شائع ہوتی ہے۔ دروس الاطفال کا ایک ایڈیشن ''مکتبہ نشریات اسلام'' کراچی نے شائع کیا تھا۔

(۴) عربی میں نعتیہ کلام

- اس پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا مفصل مقدمہ ہے۔ اس کے دو ایڈیشن کراچی میں شائع ہوئے ہیں۔ پہلا ایڈیشن ''مکتبہ اسلام، گوئن روڈ لکھنؤ'' سے شائع ہوا تھا۔ مزید اضافوں کے ساتھ نیا ایڈیشن عنقریب ''مکتبہ اسلام'' سے شائع ہونے والا ہے۔

(۵) تفہیم المنطق

- شائع کردہ : دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تین ایڈیشن۔ مجلس نشریات اسلام کراچی ایک ایڈیشن۔ دارالاشاعت کراچی ایک ایڈیشن۔

(٦) پیغمبر اخلاق وانسانیت (مجموعہ خطابت سیرۃ النبی)

- شائع کردہ : دارالعلوم سبیل السلام حیدر آباد۔

(۷) قرآن کریم تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا معجزہ

- شائع کردہ : دارالعلوم سبیل السلام حیدر آباد۔

(۸) تاریخ تدوین سیرت

- شائع کردہ : دارالعلوم سبیل السلام حیدر آباد۔

(۹) آفتاب نبوت کی چند کرنیں

- کراچی۔ دہلی۔

(۱۰) میر کارواں (نقوش سوانح مولانا علی میاںؒ)

- شائع کردہ : پہلا ایڈیشن پاریکھ آفسیٹ پریس لکھنؤ۔
- شائع کردہ : دوسرا ایڈیشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

(۱۱) نگارشات (مجموعۂ مقالات) دو ایڈیشن

- شائع کردہ : علمی اکیڈمی دہلی۔

(۱۲) مفصل تبصرہ (میں بھی حاضر تھا وہاں کا جواب)

- شائع کردہ : ندائے ملت ٹرسٹ لکھنؤ۔

(۱۳) ردائے رحمت

- شائع کردہ : مکتبہ فردوس مکارم نگر لکھنؤ۔

(۱۴) ارشادات نبوی کی روشنی میں نظام معاشرت

- شائع کردہ : مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

(۱۵) روح کائنات وفضائل درودوسلام

- شائع کردہ : دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

(۱۶) سفرنامۂ حیات

- زیرطبع : دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

(۱۷) ترجمات معانی القرآن وتطور فہمہ عندالعرب

- پہلا ایڈیشن دارالارشاد، بیروت سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن "رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ نے شائع کیا۔

(۱۸) المذاہب المنحرفۃ فی التفسیر (عربی)

- دارالارشاد جدہ۔ اس کے نسخے نہیں مل رہے ہیں ایک نسخہ ام القریٰ کی لائبریری میں ہے۔

(۱۹) نظام اللغۃ الاردویہ (عربی)

- شائع کردہ : جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ۔

(۲۰) شرح کتاب النکت فی اعجاز القرآن للرمانی

- شائع کردہ : دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۲۱) أساس اللغہ العربیہ اول، ثانی، ثالث

- شائع کردہ : دارابن کثیر دمشق۔

(۲۲) تعلم اللغۃ القرآن الکریم (عربی، انگریزی)

- ۸/ایڈیشن جدہ، بیروت، سنگاپور، کوالالمپور، کراچی۔

(۲۳) قاموس ألفاظ القرآن الکریم (عربی، انگریزی)

- ۱۰/ایڈیشن جدہ، بیروت، سنگاپور، کوالالمپور، کراچی۔

(۲۴) مصائب کا مداوا (شرح قصیدہ علامہ نحوی مراکشی)

- شائع کردہ : ندائے ملت ٹرسٹ لکھنؤ۔

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی مطبوعات

(۱) جواب استفتاء میلاد مروجہ

(۲) جواب استفتاء

(۳) الباقیات الصالحات

(۴) سیرت رسولنما

(۵) عطرالوردین

(۶) سوانح حضرت محی الملۃ

(۷) مسئلۃ المصافحہ

(۸) حج وزیارت

(۹) روح کائنات وفضائل درودوسلام

(۱۰) سوانح حضرت امان المستجیرین

(۱۱) نسبت اویسی

(۱۲) صحیفۂ امان

(۱۳) اسلام میں بدعت کا مفہوم

(۱۴) عرس اوراس کی معنویت وحقیقت

سہ ماہی مجلّہ

المجیب

۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۰ء تک ماہنامہ ''المجیب'' تشنگان علم و ادب کو سیراب کرتا رہا۔ اس زمانہ میں ملک کے علمی، ادبی اور عرفانی حلقوں میں یہ پرچہ بڑا ہی متعارف تھا اور آج بھی قارئین کی نظریں ڈھونڈتی ہیں۔

اس لئے جنوری ۲۰۰۳ء سے ہم ''المجیب'' کی نشأۃ ثانیہ کر چکے ہیں۔ اب ماہنامہ کے بجائے سہ ماہی پیش کیا جا رہا ہے۔

''المجیب'' کل بھی اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر تھا، آج بھی یہ امن وسلامتی اور اتحاد بین المسلمین کا داعی ہے۔

سہ ماہی مجلّہ ''المجیب'' ہر تین مہینے پر پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ، ٹائٹل نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔

فی شمارہ -/15 روپے، سالانہ -/60 روپے اور بذریعہ ڈاک -/100 روپے ہے۔ پاکستان و بنگلہ دیش -/500 روپے۔ دیگر ممالک 25$ امریکی ڈالر۔ ایک بار زر سالانہ جمع کر کے گھر بیٹھے دلچسپ دینی، علمی، ادبی اور تحقیقی مضامین کا مطالعہ فرمائیے۔

اہل قلم اور صاحب استطاعت حضرات سے گزارش ہے کہ ادارہ سہ ماہی مجلّہ ''المجیب'' کو اپنے قلمی و مالی تعاون سے نوازتے رہیں۔

اِس کتاب سے!

اس کا موضوع حضور اقدس ﷺ کی
سیرت پاک کی چند جھلکیاں دکھانا ہے، اور یہ
واضح کرنا ہے کہ آپ ﷺ کی نمایاں خصوصیات کیا تھیں،
اس تحریر میں مجاز کے پردہ میں اور ذوق وشوق کے انداز میں
کچھ کہنے کے بجائے پوری حقیقت پسندی کے ساتھ وہ باتیں
بیان کرنے کی کوشش کی ہے جس کو صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم
مصنفین بھی تسلیم کر چکے ہیں اور آج بھی کسی انصاف پسند انسان کو
دکھایا جاسکتا ہے اور کہا جاسکتا ہے :

یا صورتے کش ایں چنیں یا ترک کن صورت گری۔

اور اس کے لئے ایک عالمی پیمانہ جس میں دنیا کے تمام بڑے
سے بڑے دیوتا اور اوتار کی شخصیت کو پرکھا جاسکتا ہے،
یہ معیار ہے انسانیت کا، انسانی اقدار کا ان کے
سمجھے ہوئے پیمانۂ حسن و جمال کا۔

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی